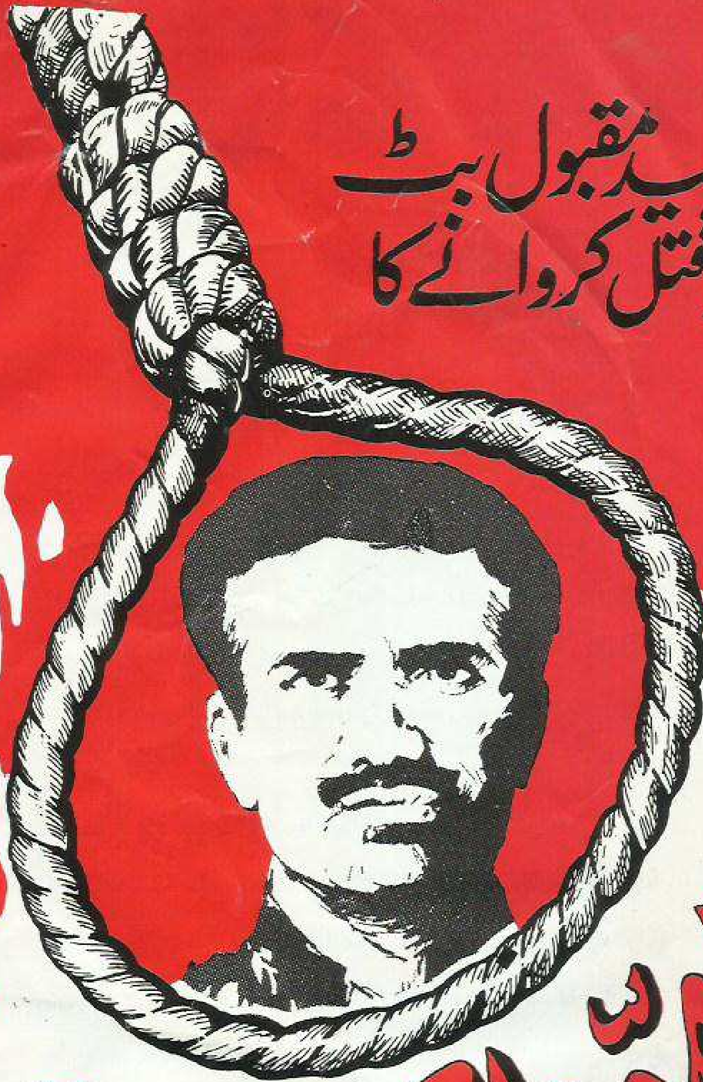
شہید مقبول بٹ
کو قتل کروانے کا



ذمہ دار کون؟

حرفِ آغاز

مقبول بٹ شہید کشمیری قوم کی جدید نسل کے رہبر تھے اور رہبر رہیں گے۔ لیکن مقبول بٹ شہید کو جن لوگوں نے پھانسی کے پھندے تک پہنچانے کا بندوبست کیا' ان کے چہروں سے نقاب ہٹانا نہ صرف مقبول بٹ شہید کے ساتھ وفاداری کی قسم پوری کرنے کا ایک عمل ہے بلکہ ساتھ ساتھ قوم کو ان رہزنوں کی پہچان کرانا بھی ہے جن کو پروپیگنڈے اور خفیہ ایجنسیوں کے وسائل کی بنیاد پر بدقسمتی سے اس قوم کا رہبر بنانے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔

اس پمفلیٹ میں مہاترے کے اغواء اور قتل کے پیچھے چھپے محرکات اور واقعات حقایق پر مبنی ثبوتوں کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں۔ ایک طرف مہاترے کی پوری کہانی ہے اور دوسری طرف میرے اور ڈاکٹر فاروق حیدر کے نام امان اللہ خان کا ۱۹۸۳ء کا وہ خط ہے جس میں K.L.A (کشمیر لبریشن آرمی) بنانے سے متعلق تفصیل بیان کی گئی ہے۔ یہ خط امان اللہ خان کا اپنے ہاتھ سے ۱۳ صفحوں پر لکھا ہوا ہے اور پھر ۱۹۹۱ء میں تحریر کی گئی ان کی کتاب "جہد مسلسل" (جس کو بہت سے سیاسی کارکن "فریب مسلسل" کا نام دیتے ہیں) میں بھی صفحہ نمبر ۱۵۰ پر کشمیر لبریشن آرمی کے حوالے سے یہ خط چھپا ہے۔ قوم خود ہی اس خط یا مذکورہ کتاب کا مطالعہ کرکے فیصلہ کرے۔

ہاشم قریشی

مہاترے کا قتل یا مقبول بٹ شہید کو قتل کرانیکی سازش؟

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ آزادی کی تحریکوں میں آزادی کی جنگ لڑنے والے انسان شہید ہوتے آئے ہیں اور غلامی اور استحصال کے نشانات جب تک دنیا میں باقی رہیں گے' انسان آزادی کی جدوجہد میں اپنی قیمتی جانیں قربان کرتے رہیں گے کیونکہ انسانی حیات کے لئے جس طرح خون کی گردش ضروری ہے اسی طرح قوموں کی بقاء کے لئے افراد کا شہید ہونا بھی ضروری ہے۔

مقبول بٹ شہید نے دور جدید میں کشمیری قوم کو آزادی اور قومی خودمختاری کی منزل تک پہنچنے کے لئے نہ صرف مسلح جدوجہد کی راہ دکھائی بلکہ اس کٹھن راہ پر گامزن ہوکر وہ خود آبلہ پا ہوتے رہے اور اپنی زندگی کے ۱۲ قیمتی سال زندان کی تاریک کوٹھری میں موت کے انتظار میں گذارے۔ کشمیری قوم جہاں اپنے اس عظیم محسن کے حوصلے' جدوجہد اور شہادت کو یاد کریگی وہاں یہ بھی لازم آتا ہے کہ اس شہید اعظم کے اچانک پھانسی پر لٹکائے جانے کے اسباب بھی تلاش کئے جائیں کہ کن لوگوں نے انہیں پھانسی پر لٹکانے کے اسباب مہیا کئے۔ اس عظیم سانحے کے پیچھے یہی سچائیاں مقبول بٹ کے "دوست نما دشمنوں" کے چہروں سے نقاب اتار دیں گی اور ہمیں یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگے گی کہ مہاترے کے قتل کا مقصد تحریک آزادی کشمیر کو واقعی تیز کرنا اور مقبول بٹ کو ہندوستانی جیل سے آزاد کرانا تھا یا مقبول بٹ کو موت کی کوٹھری سے تختہ دار پر پہنچانے کا عمل تھا؟

مہاترے کا قتل جو مقبول بٹ شہید کو پھانسی پر لٹکانے کا عمل بن گیا کیا واقعی ضروری تھا؟ آج مقبول بٹ شہید کی چوتھی برسی پر میں ان تمام حالات و واقعات کو کشمیری اور آزادی پسند اقوام کے سامنے اس لئے لارہا ہوں تاکہ غلام قومیں اس طرح کے واقعات اور بچگانہ و مجرمانہ حرکتوں سے عبرت حاصل کرکے اپنے قیمتی قومی سرمایہ یعنی آزادی کی جنگ لڑنے والے عظیم انسانوں اور مجاہدوں کو اس طرح کے حالات کی نذر نہ ہونے دیں۔ میں یہ بھی واضح کرچکا کہ میری کسی سے ذاتی یا سیاسی دشمنی نہیں ہے۔ میں حقائق لکھ رہا ہوں کیونکہ میں مہاترے (برمنگھم' انگلینڈ میں ہندوستانی سفارتی مشن کے اسسٹنٹ کمشنر) کے قتل کے وقت انگلینڈ میں موجود تھا اور مہاترے کے قتل میں اسکاٹ لینڈ یارڈ نے مجھے بھی گرفتار کیا تھا۔ میں مہاترے قتل کیس کے اصل کرداروں سے اب پوری طرح واقف ہوچکا ہوں۔ واقعات کے ساتھ ساتھ میں دستاویزی ثبوت بھی پیش کررہا ہوں۔ احتساب کا کام کشمیری قوم پر چھوڑتا ہوں کہ جس سے نام و نمود اور ذاتی شہرت کے حصول کے لئے صدیوں میں پیدا ہونے والا مقبول بٹ شہید جیسا مجاہد چھین لیا گیا ہے!

جناب مقبول بٹ کو جب ۱۹۷۶ء میں بارہمولہ کے نزدیک ہندوستانی فورس نے گرفتار کیا تو انہیں حفاظتی اقدام کے تحت دہلی کے مشہور تہاڑ جیل میں سزائے موت کی کوٹھری میں رکھا گیا۔ انہیں ۱۹۶۸ء میں ایک انسپکٹر کے قتل کے سلسلے میں یہ سزائے موت ملی تھی جبکہ اس انسپکٹر کو اورنگ زیب شہید نے بھاگنے کے جرم میں گولی ماردی تھی اور اورنگ زیب انسپکٹر کے قتل کے دوسرے دن ہی ہندوستانی فوج کے ساتھ جھڑپ میں شہید ہوئے تھے۔ بٹ صاحب کی دوبارہ (۱۹۷۶ء میں) گرفتاری پر یہی سزائے موت ہندوستانی حکام نے برقرار رکھی جو دسمبر ۱۹۶۸ء میں بٹ صاحب کے جیل سے فرار ہونے کی وجہ سے معطل رہی تھی اور بٹ صاحب نے سپریم کورٹ آف انڈیا میں سزا کے خلاف اپیل دائر کی تھی جو ٹیکنیکی بنیادوں پر خارج ہوئی تھی مگر انہوں نے سپریم کورٹ میں رٹ دائر کی کہ "مجھے جو سزائے موت ۱۹۶۸ء میں اسپیشل کورٹ نے سنائی تھی اس سلسلے میں قانونی تقاضے پورے نہیں

ہوئے تھے اس لئے میرے کیس کا ریکارڈ ہائی کورٹ میں دوبارہ طلب کیا جائے۔" سپریم کورٹ میں یہ رٹ ۱۹۸۴ء میں چل رہی تھی اور ۱۹۷۶ء سے لے کر ۱۹۸۴ء تک حکومت ہند نے بٹ صاحب کو موت کی کوٹھری میں تو رکھا البتہ تختہ دار پر نہیں لٹکایا تھا۔ لیکن بٹ صاحب کو مہاترے کے قتل کے ردعمل کے طور پر حکومت ہند نے تمام سیاسی، اخلاقی اور قانونی تقاضوں کو پامال کرتے ہوئے اور بٹ صاحب کے آخری بیان کے مطابق "مجھے مہاترے کے قتل کے فوری بعد انتقامی سیاست کے طور پر تختہ دار پر لٹکایا جارہا ہے جبکہ مجھے اس قتل کا کوئی علم نہیں جو ہندوستان سے آٹھ ہزار میل دور برمنگھم میں ہوا" مجھے پورا یقین ہے کہ اگر مہاترے کو قتل نہ کیا جاتا تو حکومت ہند بٹ صاحب کو پھانسی نہ دیتی۔ اس بات کی تصدیق شمیم احمد، شمیم مرحوم (ممبرپارلیمنٹ) کے بھانجے ظفر معراج نے بھی ۱۹۸۶ء میں راولپنڈی میں کی۔ ظفر معراج جو کشمیر ٹائمز کے نامہ نگار اور ہفت روزہ آئینہ کے ایڈیٹر ہیں نے راولپنڈی میں کہا کہ "اندرا حکومت نے بٹ صاحب کے ساتھ دو دفعہ جیل میں مذاکرات کئے لیکن بٹ صاحب ہندوستان سے الحاق پر راضی نہ تھے اور خود مختار کشمیر کے سلسلے میں دلائل دیتے تھے کہ برصغیر میں پائدار امن کے لئے خودمختار کشمیر ضروری ہے۔ ہم نے بہت دفعہ ہندوستان کے خلاف ہونے والی کئی طرح کی کارروائی اس لئے معطل کی، کیونکہ ہمیں علم تھا کہ حکومت ہند اس کے بدلے میں بٹ صاحب کو پھانسی دیگی اور پھر جب تک موثر طور پر منصوبے پر عمل نہ ہو تب تک مقبول بٹ کی رہائی کے لئے بھارتی عدالتوں میں قانونی جنگ لڑنے پر ہی اکتفا کیا جائے اور بین الاقوامی رائے عامہ کو بٹ صاحب کی پھانسی کے خلاف منظم کیا جائے۔

ان حالات میں جبکہ لبریشن فرنٹ کے پاس ایک موثر اور قابل عمل منصوبہ موجود تھا مہاترے کا قتل اگر کوئی سازش نہیں تو بچگانہ فعل، جھوٹی شہرت اور ایڈونچر ازم کا بڑا ہی گندا اور تباہ کن عمل تھا اور چونکہ لبریشن فرنٹ کی قیادت بٹ صاحب شہید کی شہادت سے ابھرنے والے جذبے کو کشمیری قوم کی تحریک آزادی کے لئے استعمال نہ کرسکی بلکہ الٹا پارٹی کے اندر پارٹی کے چیئرمین نے ہر اس فرد اور ممبر کو غدار اور کیمونسٹ کہلواکر پارٹی کو انتشار اور اختلاف کی نذر کردیا جس نے کوئی بہتر تجویز دی یا چیئرمین کی رائے سے اختلاف کیا۔ اس لئے اب مہاترے کے قتل اور اس کے محرکات سے پردہ اٹھانا میری قومی ذمہ داری بنتی ہے کیونکہ اب بھی مہاترے کے قاتل، جو اصل میں بٹ صاحب کے قاتل ہیں، کشمیری قوم کی نوجوان نسل کے جذبات کا استحصال کرکے اپنی لیڈری کی شہرت کے جذبہ کو تسکین دے رہے ہیں۔ مہاترے کے قتل کے وقت برطانیہ میں میری موجودگی کی وجہ سے مختلف حلقوں اور افراد نے اس بچگانہ عمل میں میرے ملوث ہونے کا تاثر دیا۔ لہٰذا میرے لئے یہ ضروری ہوگیا ہے کہ میں تمام واقعات لکھ کر اصل حقائق سامنے لاؤں۔

لبریشن فرنٹ نے سیاسی محاذ پر جو کام کیا وہ کیا مگر مسلح جدوجہد کے محاذ پر اس کی قیادت یعنی برطانیہ میں مقیم چیئرمین نے جو کارنامے کئے وہ اس قدر بچگانہ اور خطرناک ایڈونچر ازم کا نمونہ تھے کہ سیاست کی ابتدا سے واقف کوئی بھی آدمی ایسے عمل نہ کراتا اور نہ کرنے دیتا اور اسی سلسلے میں میں نے فروری ۱۹۸۵ء کو امان اللہ خان کو جو خط لکھا وہ مہاترے کے قتل سمیت امان اللہ خان کے ہر کسی عمل کے خلاف بھرپور احتجاج تھا جو مسلح جدوجہد کے نام پر کیا گیا۔ پارٹی کے اندر میں نے ایسے بچگانہ رویے کی بھرپور مذمت کی اور بٹ صاحب کی شہادت کے وقت تو میں نے امان اللہ خان کا گریبان پکڑ کر کہا "تم مقبول بٹ کے قاتل ہو" میں پارٹی کے اندر مہاترے کیس کے سلسلے میں ۱۹۸۴ء سے جنگ لڑتا آرہا ہوں لیکن چونکہ لبریشن فرنٹ کی روایت امان اللہ خان کی چیئرمین شپ کے دوران یہ رہی ہے کہ پارٹی کے اندر اختلاف اور بحث کی گنجائش نہیں رہتی جس کی وجہ سے آج تک کم از کم ۱۰۰ اشخاص ایسے ہوں گے جو اختلاف کی بنا پر پارٹی سے نکالے گئے یا نکلنے پر مجبور کئے گئے اور ان کو غداروں جیسے ناموں سے پکارا گیا۔ مجھے بھی پارٹی کے اندر اختلاف رائے رکھنے پر کیمونسٹ ہونے کا لقب دیا گیا۔ میں نے ۱۹۸۵ء میں چیئرمین کے نام جو خط لکھا اس کے ایک صفحے کی فوٹو کاپی حوالہ کے تحت شامل ہے اور میں نے خط کے آخر میں واضح طور پر لکھا تھا کہ "اگر پارٹی کی سنٹرل کمیٹی کے ممبران حالات کو نہیں بدل سکتے تو میں یہ خط اپنے استعفیٰ کے ساتھ پارٹی کے ورکروں اور پریس کو دوں گا" اور مجھے آخرکار فروری ۱۹۸۶ء میں لبریشن فرنٹ کی سنٹرل کمیٹی کے ممبر اور آرگنائیزر کی حیثیت سے استعفیٰ دینا پڑا، جو فرنٹ کی سنٹرل کمیٹی اور مجلس عاملہ کی تین میٹنگوں میں منظور تو نہ ہوا لیکن میرے ستمبر ۱۹۸۶ء میں پاکستان سے نکلنے کے بعد مجھے نہیں معلوم کہ اس کا کیا ہوا۔

استعفیٰ کے پریس ریلیز سے اقتباس(INDEX. B)

مہاترے کیس پر طویل بحث کرنے سے پہلے ہائی جیکنگ کے ایک منصوبہ پر بات کرنا ضروری ہے کیونکہ جہاز کے اغوا کرنے کا ایک منصوبہ موجود تھا جس کی وجہ سے جناب بٹ صاحب کو ہندوستان سے آسانی سے مانگا جاسکتا تھا لیکن امان اللہ خان نے سیاسی اور ملٹری اسٹریٹجی سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اور جلدی اور وقتی شہرت حاصل کرنے کے جذبے کے تحت اس منصوبے کو پاش پاش کردیا۔ اس اہم منصوبے کے سلسلے میں انہوں نے دو آدمی پیرس سے لئے اور دو آدمی لنڈن سے۔ پیرس والوں سے امان اللہ خان اتنے بڑے منصوبے کے سلسلے میں نہ تو ملے اور نہ ہی انہیں بریف کیا البتہ لندن سے جو آدمی ارسال کئے گئے ان سے ہی پیرس کے دو آدمیوں کو راستے میں بریف کرنے کے لئے کہا گیا جیسا کہ امان اللہ خان نے ۵ر اپریل ۱۹۸۳ء کو میرے اور ڈاکٹر فاروق حیدر کے نام خط میں لکھا کہ "وقت کی کمی اور ملاقات ناممکن ہونے کی وجہ سے میں خود قیوم اور دوسرے کی بریفنگ نہ کرسکا اور دوسرے دو آدمی اسے سمجھا نہیں سکے' قیوم قانوناً یہاں نہیں آسکتا تھا اور میں پیرس نہ جاسکا کیونکہ وقت ہی نہ مل سکا" اتنے بڑے منصوبے کے لئے امان اللہ خاں نے ایسے چار آدمیوں کو منتخب کیا جن کو نہ تو جہاز اغوا کرنے کے بارے میں کوئی معلومات تھیں کہ جہاز کیا بلا ہے اور نہ ہی جہاز اغوا کرنے والے چار آدمی اس سے پہلے ایک دوسرے کو جانتے تھے نہ انہیں کسی طرح کی ٹریننگ دی گئی تھی اور نہ ہی ان میں سے کسی آدمی نے پہلے بندوق کا استعمال کیا تھا وہ سب جذبے سے سرشار کارکن تھے اور پھر ہائی جیکنگ کے منصوبے کو ۹' ۱۰' ۱۱' مارچ ۱۹۸۳ء کو دہلی میں ہونے والی غیرجانبدار کانفرنس کے موقعہ پر روبہ عمل لانے کا پروگرام بنا تھا یعنی پہلے ایک دفعہ دہلی میں غیرجانبدار کانفرنس کے وزارت خارجہ کی کانفرنس کو بموں سے اڑانے کا منصوبہ بنایا جو ہمیں C.I.A کا ایجنٹ ثابت کرتا کیونکہ غیرجانبدار کانفرنس کا مخالف ساری دنیا میں امریکی سامراج اور اس کے حلیف ملکوں کو سمجھا جاتا ہے لیکن ہائی جیکنگ کے منصوبے کی ناکامی کے بعد (ناکامی اس صورت میں کیونکہ چاروں آدمی نہ تو تربیت یافتہ تھے اور نہ ہی چاروں آدمیوں کو ایک جگہ بیٹھا کر بریف کیا گیا تھا اور وہ آخری وقت یعنی جہاز پر چڑھتے وقت اسلحہ لینے سے ڈر گئے۔ اغوا ہونے والے جہاز پر بغیر اسلحہ کے سوار ہوکر انڈیا چلے گئے اور واپس وہاں سے بائی روٹ.... میرے پاس (تین آدمی) راولپنڈی آگئے۔

امان اللہ خان اس ناکامی کا جواز خود اپنے ۵ر اپریل ۱۹۸۳ء کے خط میں فاروق اور میرے نام یوں تلاش کرتے ہیں "بڑا مشن ناکام ہوا' میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ اچھا ہی ہوا' حال ہی میں یہاں گارڈین میں ایک طویل مضمون آیا ہے کہ C.I.A نے غیرجانبدار کانفرنس کو ناکام بنانے کی کافی کوشش کی اگر ہمارا مشن ہمارے پروگرام کے مطابق چلتا تو ممکن ہے اسے بھی C.I.A کی ان کوششوں کے ساتھ منتھی کیا جاتا' جس کے نتیجے میں ہمیں اتنا نقصان ہوتا کہ ہم عمر بھر اس کی تلافی نہ کرسکتے' جس طرح گنگا کے بارے میں الزام ہے کہ اسے بھارت نے پاکستان کے دو ٹکڑے کرانے کے لئے اغوا کرالیا تھا اسی طرح اگر خدانخواستہ ہمیں کانفرنس کو ناکام کرنے کے لئے C.I.A کی کوششوں سے منتھی کیا جاتا تو ہم الزام کے قطعاً بے بنیاد ہونے کے باوجود کہیں کے نہ رہتے' ہم بین الاقوامی سطح پر کسی کو منہ نہ دکھا سکتے اور اندرون خانہ بھی ہمارے مخالف اسے ہمارے خلاف خوب استعمال کرتے' اس ناکامی کا یہ پہلو بھی انتہائی اہم ہے" یعنی امان اللہ خان میں اس قدر بھی بین الاقوامی سیاست کے بارے میں سوجھ بوجھ نہیں ہے کہ گارڈین میں مضمون نگار نے جو خدشہ ظاہر کیا اس پہلو پر وہ خود بھی سوچتے کہ غیر جانبدار ملکوں میں تیسری دنیا کے ملک شامل ہیں' جو خود آزادی کی جنگیں لڑ کر آزاد ہوئے ہیں۔ لیکن اس ناکام ہائی جیکنگ کا ایک مثبت پہلو یہ تھا کہ یہ منصوبہ آؤٹ نہیں ہوا اور اس منصوبے پر دوبارہ عمل کرنے کا چانس تھا اور چانس غالباً کچھ عرصے تک رہتا کیونکہ جب میں ۱۹ر جنوری ۱۹۸۴ء کو ویزا پر انگلینڈ آیا تھا تو اس ہائی جیکنگ کے منصوبے پر امان اللہ خان اور مہاترے کے اغواء میں ملوث دو آدمیوں سے بات ہوئی تھی۔ امان اللہ خان سے تفصیلاً بات چیت کے بعد میں نے اپنے آپ کو ہائی جیکنگ کے منصوبے کے لئے پیش کیا اور میں نے چار آدمی اپنی مرضی کے چننے کی خواہش کی اور تمام بات چیت کے بعد ۶ر ہزار پونڈ کی امان اللہ خان سے بات ہوئی جو کہ مطلوبہ اخراجات تھے۔ امان اللہ خان متفق بھی ہوئے اور طے یہ ہوا کہ ہاشم قریشی کی کمانڈ میں ۴ آدمی ہائی جیکنگ پر عمل کریں گے۔ اور اس سلسلے میں جو اہم کردار ادا کرنے والا آدمی یعنی جہاز تک اسلحہ پہنچانے والا آدمی تھا اس کو بھی انگلینڈ بلانے کا فیصلہ کیا گیا یہ غالباً ۲۳' یا ۲۴ جنوری ۱۹۸۴ء کی بات ہے۔ تمام بات چیت طے ہونے کے بعد امان اللہ خان نے جہاز تک اسلحہ پہنچانے کے

لئے مامور آدمی کو فون کیا اور اس آدمی نے ۲۸ یا ۲۹ جنوری کو انگلینڈ پہنچ جانے کا اقرار کیا۔ میں یہ تمام تفصیلات طے کرنے کے لئے لیوٹن یعنی امان اللہ کے گھر سے لندن سٹی اپنے ایک دوست کے پاس آیا اور تین دن کے بعد مجھے امان اللہ خان نے فون پر بتایا "وہ آدمی پہنچ گیا ہے آپ فوراً لیوٹن پہنچ جائیں" میں دوسرے دن لندن سے لیوٹن آگیا جہاں پر امان اللہ خان کی موجودگی میں میں نے جہاز تک اسلحہ پہنچانے والے آدمی سے تفصیلاً ایئرپورٹ سیکورٹی اور دوسرے تمام معاملات پر بحث کی اور جب میں پورا دن ان سے معلومات لینے اور بحث کرنے کے بعد مطمئن ہوا کہ یہ منصوبہ قابل عمل ہے (کم از کم ہائی جیکنگ آسانی سے ہوجاتی' ہائی جیکنگ کے بعد رد عمل کیا ہوتا' وہ دوسری بات تھی) مگر پہلی بات یعنی ہائی جیکنگ کے لئے آدمیوں کا ہونا اور اسلحہ جہاز کے اندر تک آسانی سے پہنچ جانا ضروری تھا اور یہ دونوں چیزیں اس منصوبے میں قابل عمل تھیں میں اس پلان میں اس لئے شریک ہوا تھا اور اس کی کمانڈ پر راضی ہوا تھا کیونکہ میری دانست میں بٹ صاحب کو ہندوستانی جیل سے رہا کرانے کے لئے اس سے کوئی بہتر منصوبہ نہ تھا۔ یہ کامیاب ترین منصوبہ تھا کیونکہ ۳۵۰ سواریوں سمیت ایک جہاز کے بدلے میں ہندوستان کے لئے بٹ صاحب کو رہا کرانا زیادہ مہنگا نہیں پڑتا تھا۔ تحریک آزادی کو نیا رخ ملتا اور پاکستان کی بیورو کریسی اور ملٹری ڈکٹیٹر شپ نے ہمارے ماتھے پر گنگا کے اغوا کے وقت جو الزام لگایا تھا وہ بھی اس عمل سے صاف ہورہا تھا اور یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ پہلے تو امان اللہ خان بحیثیت چیئرمین لبریشن فرنٹ کے ہائی جیکنگ کے منصوبے پر متفق ہوئے مگر اچانک ۲ فروری جمعرات کو شام کے ۶ بجے مجھے اور میرے دوست اور پارٹی کے اہم رکن افضل طاہر کو ملک اعجاز کے ساتھ ان کے گھر جانے کے لئے کہا ملک اعجاز (ممبر سنٹر کمیٹی) ہمیں لینے آئے' میرے اصرار پر کہ ہمیں آپ ملک اعجاز کے ساتھ گھر کیوں بھیج رہے ہیں؟ امان اللہ خان نے کہا کہ "آپ دونوں جائیں تو سہی کیونکہ کچھ ہونے والا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ آپ دونوں کی موجودگی میرے گھر پر ثابت ہو" میں بحث کرنے لگا تو افضل طاہر اور ملک اعجاز نے جلدی سے مجھے اپنے ساتھ کھینچ لیا افضل طاہر پہلے ملک اعجاز کے ساتھ ویڈیو سنٹر پر گئے اور میں نے وہاں سے ہائی جیکنگ کے موضوع پر بننے والی تین فلمیں کرایہ پر لیں اور ملک اعجاز کے گھر کھانا کھایا انہوں نے ہمیں الیاس نامی پارٹی رکن کے گھر چھوڑ دیا جو کھولی رٹہ کے رہنے والے ہیں۔ رات بھر ہائی جیکنگ کی فلمیں دیکھتے رہے میرا مقصد ہائی جیکنگ کے سلسلے میں نئی تیکنیک حاصل کرنا تھا اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر امان اللہ خان کو مہاترے کے اغوا کے بارے میں علم نہ تھا تو مجھے اور افضل کو اپنے گھر سے دوسرے گھر میں منتقل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس دن یعنی جمعرات کو مہاترے اغوا نہ ہوسکا دوسرے دن جب میں اور افضل طاہر دو بجے دن کو واپس امان اللہ خان کے گھر آئے تو امان اللہ خان نے کہا کہ "وہ لڑکے کل کام نہ کرسکے" تو میں نے اصرار کیا کہ امان اللہ خان اگر ہائی جیکنگ کے پروگرام کو عملی جامہ پہنانا ہے تو یہاں پر آپ کوئی اقدام کیوں کرارہے ہیں میرے پوچھنے پر کہ "کون سے لڑکے" انہوں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم اور پھر میں آپ کے سامنے جواب دہ نہیں ہوں" اور اس دن یعنی جمعہ کو انہوں نے لیوٹن ٹریولز کے مالک اور پیپلز پارٹی کے زمان صاحب' ملک شفیع' لیاقت اور تصدق حسین وغیرہ کو اپنے گھر بلایا اور شام کے ۴ بجے سے ۱۰ بجے تک مجھے ان کے ساتھ کشمیر کے موضوع پر بحث میں مشغول رکھا۔ یعنی مجھے اور افضل کو ۵ یا ۶ آدمیوں کے درمیان موجود رکھا اور اس دوران یعنی جمعہ کو مہاترے کو برمنگھم یعنی لیوٹن سے ۹۰ میل دور اغوا کرایا گیا۔ اور جمعہ کو بھی مجھے اور افضل طاہر کو اپنے گھر میں رہنے نہیں دیا بلکہ شفیع کے گھر بھیج دیا۔ دراصل امان اللہ خان ہم دونوں (میرے اور افضل طاہر) کے لئے جرم میں ملوث نہ ہونے کے ثبوت رکھنا چاہتے تھے۔ جس کا اظہار انہوں نے خود بھی کیا اور پھر ہفتہ کو ملک شفیع کے گھر سے واپس آنے کے بعد انہوں نے کہا کہ "اسسٹنٹ ہائی کمشنر سفارتخانہ بھارت رویندر مہاترے کو چند لوگوں نے برمنگھم سے اغوا کیا ہے اور مجھے بھی خط ڈال دیا ہے کہ "ہمارے مطالبے طے کرانے کے لئے رابطہ کا ذریعہ بنو۔" ہفتے کو پولیس آئی جنہوں نے میرے بارے میں بھی تحقیقات کی لیکن تحقیقات کرنے کے بعد واپس چلے گئے لیکن دوسرے دن اتوار کو صبح ۱۱ بجے کے قریب مہاترے کیس میں ملوث ایک لڑکا امان اللہ خان کے گھر آیا امان اللہ خان اور میں اس کے ساتھ جب گھر سے باہر آئے تو اس لڑکے نے امان اللہ خان سے کہا کہ "ایسا لگتا ہے کہ پولیس صدیق مرزا کے گھر کے قریب پہنچنے والی ہے جہاں مہاترے ہیں اس لئے ہمیں بتا دیں کہ ہم کیا کریں" امان اللہ خان نے فوری طور پر بغیر کوئی سوال پوچھے ایک دم کہا کہ "اس کو گولی مارو اور کہیں باہر پھینک دو اگر پکڑے گئے تو حالات انتہائی خراب ہونگے اور ہم سب ملوث ہوجائیں گے۔" میں نے فوری مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ "امان صاحب گولی مارنا حالات کو اور بگاڑنے کے مترادف ہے اسکو چھوڑ دیں تاکہ اگر یہ لوگ پکڑے گئے تو صرف اغواء اور یرغمال کے کیس میں ہی پکڑے جاسکیں' قتل میں نہیں اور

ہندوستان قتل کا بدلہ بھی لے سکتا ہے۔ بٹ صاحب سزائے موت کی کوٹھری میں بند ہیں اور اگر یہ سب آپ کو کرانا تھا تو مجھے یہاں بلانے اور پھر جہاز کے اغواء کی منصوبہ بندی کرنے کی کیا ضرورت تھی "مگر انہوں نے میری بات نہ مانی اور مہاترے کو گولی مارنے کا حکم صادر کردیا۔ اسی دن یعنی اتوار کو دن کے ۲ بجے پولیس امان اللہ خان کے گھر دوبارہ آئی اور مجھے اور امان اللہ خان کو لیوٹن تھانے میں اور وہاں سے پھر برمنگھم پولیس اسٹیشن جسکو اسٹیل ہاوس کہتے ہیں' لے گئے۔ وہاں مجھے ۷۲ گھنٹے یعنی بدھوار تک رکھا گیا اور اسکارٹ لینڈ یارڈ کے علاوہ دو بھارتی آفیسروں نے بھی مجھ سے پوچھ گچھ کی۔ لیکن ظاہر ہے مجھے مہاترے کے اغواء کی منصوبہ بندی وغیرہ کا علم نہ تھا اور جو علم ہوا تھا وہ اغوا کے بعد کے واقعات کا تھا اس لئے میں ان کے سوالوں کے جواب میں مہاترے کیس سے ناواقفیت کے ثبوت دیتا رہا۔ مگر بھارتی اور اسکاٹ لینڈ کے آفیسروں کا فوری رد عمل یہ تھا کہ "تمہارے یہاں آنے کے بعد ہی یہ کام ہوا ہے" لیکن میں مہاترے کے اغواء کے وقت لیوٹن میں بہت سارے لوگوں کے درمیان موجود تھا اور مہاترے کے واقعے کے وقت (اتوار ۵ بجے شام) پولیس کی حراست میں تھا اس لئے میرے خلاف کوئی ثبوت نہ پاکر ۷۲ گھنٹے کے بعد امان اللہ خان سمیت مجھے لیوٹن لاکر چھوڑ دیا گیا۔ وہاں امان اللہ خان کے گھر افضل طاہر بھی موجود تھے۔ میرا پہلا خدشہ یہ تھا جس کا میں نے اظہار کیا کہ "کہیں مہاترے کے قتل کے بعد ہندوستانی حکام مقبول بٹ کو پھانسی نہ دیں" لیکن امان اللہ خان نے اس خدشے کو بزور دلائل مسترد کیا کہ "ہندوستان جمہوری ملک ہے اسکا قیمتی سرمایہ اسکا بین الاقوامی وقار ہے وہ مہاترے کے بدلے میں مقبول بٹ کو کبھی پھانسی نہیں دے گا کیونکہ دنیا اسے انتقامی کارروائی سمجھے گی۔ جس سے ہندوستان بدنام ہوگا۔" یہ تھی امان اللہ خان کے سیاسی ذہن کی پرواز مگر رات ایک بجے کی خبروں کی سب سے پہلی سرخی b.b.c نے جو نشر کی وہ یہ تھی کہ "ہندوستان کی کابینہ کا اجلاس اندراگاندھی کی صدارت میں ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ مقبول بٹ کو تختہ دار پر لٹکایا جائے" یہ خبر سنتے ہی میرا پہلا ردعمل شدید تھا۔ میں نے فوری طور پر امان اللہ خان کا گریبان پکڑکر چلاتے ہوئے کہا کہ "تم مقبول بٹ کے قاتل ہو' میں تمہیں ننگا کروں گا" مگر افضل طاہر نے مجھے پکڑکر نیچے والے کمرے میں لے کر بند کردیا اور مجھے سمجھانے کی کوشش کی کہ "اسوقت تمہارا جذباتی ہونا تحریک آزادی اور مقبول بٹ کی شہادت سے ابھرنے والے جذبے کے خلاف اقدام ہوگا۔ مقبول بٹ تو شہید ہوئے مگر اب اگر آپ امان اللہ خان پر یہ ساری ذمہ داری ڈالینگے تو مہاترے کیس کے سب لوگ پکڑے جائیں گے اور مقبول بٹ کی قربانی رائیگاں جائیگی" بہرحال رات روتے روتے گذر گئی کاش امان اللہ خان اور اس کے بیوقوف ساتھی مہاترے کے اغواء اور قتل کے بجائے جہاز کے اغواء کے منصوبے پر عمل کرنے دیتے تو شاید بٹ صاحب جہاز کی سواریوں کے بدلے میں واپس آتے اور تحریک آزادی اور لبریشن فرنٹ کی تاریخ ہی مختلف ہوتی اور پھر بیوقوفانہ اور بچگانہ عمل میں حد کردی کہ ایک آدمی کے اغواء اور قتل میں ۹ آدمی ملوث رہے جن میں سے برطانیہ میں ۵ آدمیوں کو سزا ہوئی اور ۴ آدمی وہاں سے فرار ہوئے۔ بہرحال امان اللہ خان نے لندن میں پریس کانفرنس طلب کی۔ میں اور افضل طاہر... پریس کانفرنس میں ان کے ساتھ گئے۔ جہاں پر برطانوی' ہندوستانی' اور پاکستانی پریس کے نمائندے تھے۔ امان اللہ خان نے پریس کانفرنس سے برطانوی پولیس کی کارروائی' گرفتاریوں اور تشدد وغیرہ سے باخبر کرنے کے بعد کہا کہ اصل میں مہاترے کے اغواء اور قتل کے پیچھے ہندوستان کی انٹیلی جنس را (Raw) کا ہاتھ ہے۔ اپنے سفارتی نمائندے مہاترے کو خود انہوں نے اغواء اور بعد میں قتل کرایا ہے میں نے فوراً امان اللہ خان کے پیر کو اپنے پیر سے دبایا۔ میرا اشارہ تھا کہ "کیا کہہ رہے ہو" اور رائٹر کے نمائندے نے سوال کیا کہ ہندوستان کی انٹیلی جنس کو سفارتی نمائندے کے اغواء اور قتل کرانے سے کیا فائدہ ہوسکتا ہے تو امان اللہ خان نے جواب میں دلائل دینے شروع کئے کہ "KLA کشمیر لبریشن آرمی (klA) کو ہم نہیں جانتے' پہلی دفعہ اس کا نام سنا ہے مہاترے کو اغواء اور قتل کرانے سے ہندوستان کا پہلا مقصد لبریشن فرنٹ کی پوری دنیا میں سفارتی اور سیاسی سرگرمیوں کو بند کرانا ہے تاکہ لبریشن فرنٹ کو KLA اور مہاترے سے جوڑ کر اور اسے دہشت گرد تنظیم قرار دے کر برطانیہ میں جہاں اسکاٹ لینڈ کوارٹر ہے' غیر قانونی قرار دیا جائے اور دوسرا بڑا مقصد جناب مقبول بٹ کو پھانسی دینے کا جواز مہیا کرنا ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں کشمیر لبریشن آرمی کو لبریشن فرنٹ سے جوڑ کر برطانیہ میں فرنٹ کے ہر ممبر کو تھانے بلا کر ڈرایا جارہا ہے اور مقبول بٹ کو پھانسی دینے کا اعلان کیا گیا ہے" لیکن ہندوستان ٹائمز کے نمائندے نے سوال کیا کہ "مقبول بٹ تو ۱۹۷۶ء سے ہندوستان میں سزائے موت کی کوٹھری میں ہیں اور ۱۹۶۸ء میں سنائی گئی سزائے موت میں ہی انہیں پھانسی دی جارہی ہے۔ کیا بھارت والے اتنے بے وقوف اور پاگل ہیں کہ وہ بین الاقوامی سطح پر اپنے ہی سفارتی نمائندے کو اغوا اور قتل کرا کر کشمیر کے مسئلے کو زندہ کریں جب کہ مقبول بٹ کو وہ

کسی بھی وقت پھانسی دے سکتے تھے؟" امان اللہ خان نے وقت ختم ہونے کا بہانہ کیا اور اس سوال کا جواب نہ دیا' میں اور افضل طاہر خاموشی سے امان اللہ خان کی مدبرانہ باتیں سنتے رہے۔

پریس کانفرنس (Press Conference) کے اخباری تراشے

قارئین کرام امان اللہ صاحب نے ۹ فروری 1984 کو لنڈن میں فارن پریس ایسو سی ایشن کے دفتر میں جو پریس کانفرنس کی جس میں ہاشم قریشی اور افضل طاہر بھی موجود تھے اس پریس کانفرنس میں امان اللہ خان نے خود تسلیم کیا ہے کہ مہاترے کو اغوا کر کے قتل کرانے کا مقصد مقبول بٹ کو پھانسی دلانا ہے" اور قارئین کے سامنے امان اللہ کا اپنا خط موجود ہے جس میں انہوں نے لنڈن میں KLA بنانے کا اقرار کیا ہے اور پھر KLA نے ہی مہاترے کو اغوا کیا اور امان اللہ خان نے مہاترے کے قتل کا حکم دیا اب جو اس ٹھوس ثبوت کے بعد بھی مقبول بٹ شہید کے قاتل کو نہیں پہچانے گا تو وہ اندھا ہی کہلائے گا۔

مہاترے کا قتل

(پاکستان اور برطانیہ کے تعلقات خراب کرنے کی سازش تھی۔

قتل میں بھارتی انٹیلی جنس کا ہاتھ ہے۔ امان اللہ خان)

لندن (وطن نیوز) جموں کشمیر لبریشن فرنٹ کے صدر امان اللہ خان نے اس خدشہ کا اظہار کیا ہے کہ برمنگھم میں بھارتی سفارت کار مسٹر مہاترے کا قتل بھارتی انٹیلی جنس "را" نے کرایا جس کا مقصد برطانیہ لبریشن فرنٹ کو ایک دہشت پسند تنظیم ثابت کرنا تھا انہوں نے کہا یہ قتل کرانے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ بھارت مقبول بٹ کو پھانسی دینے کے لئے اسے ایک بہانہ بنانا چاہتا تھا جب کہ تیسری وجہ یہ تھی کہ برطانوی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ بھارت پاکستان اور برطانیہ کے تعلقات خراب کرنا چاہتا تھا تاکہ متوقع جنگ کے صورت میں پاکستان کو برطانیہ کی مدد حاصل نہ رہے۔ انہوں نے کہا کہ "بھارت نے ایک سفارتی قتل کے ذریعے کئی سفارتی فوائد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے انہوں نے کہا کہ چوتھی وجہ یہ تھی کہ بھارت بہانہ اسے بناکر فاروق عبداللہ کا تختہ الٹنا چاہتا ہے۔

امان اللہ خان نے بتایا کہ دوران حراست انہیں سخت ذہنی اذیت دی گئی ہے۔ ایک مرحلہ پر جب انہوں نے اپنے وکیل سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تو پولیس افسر نے کہا کہ تم وکیل سے ملنا چاہتے ہو تم تیس سال تک جیل کی کوٹھڑی میں سڑوگے۔ انہوں نے کہا کہ پولیس شروع سے ہی انہیں مجرم تصور کرتی تھی اور اغوا کی تحقیقات اسی انداز میں کی گئی۔ انہوں نے الزام لگایا کہ گھر پر ان کی غیر موجودگی میں چھاپہ مار کر پولیس پارٹی سارا رکارڈ ساتھ لے گئی اور بھارتی انٹیلی جنس کے افسروں کو تمام ریکارڈ دیکھنے کی اجازت دی گئی۔

پریس کانفرنس میں ہاشم قریشی نے بتایا کہ مقامی پولیس نے بھارتی انٹیلی جنس کو ان سے انٹرویو کی اجازت دی تھی اور ان کی کوشش تھی کہ وہ انہیں (ہاشم) برطانیہ بدر کروائیں۔

(وطن لنڈن 9فروری 1984)

مقبول بٹ کو پھانسی دینے کے لئے راوندرا مہترا کو قتل کرایا گیا۔

دنیا بھر کی آزادی پسند تنظیموں سے کشمیری حریت پسند

کی جان بچانے کی اپیل۔ امان اللہ خان کی پریس کانفرنس

لندن 9 فروری (نمائندہ جنگ) جموں کشمیر لبریشن فرنٹ نے بھارت کو متنبہ کیا ہے کہ مقبول احمد بٹ کو پھانسی دینے کی اسے بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی اور اس ممتاز کشمیری حریت پسند کے ہر قطرہ خون سے سینکڑوں مقبول بٹ پیدا ہونگے اور بھارت کی یہ غلط فہمی جلد دور ہو جائے گی کہ مقبول بٹ کو پھانسی پر چڑھا کر وہ آزادی کشمیر کی تحریک کو کچل دے گا فرنٹ کے صدر جناب امان اللہ خان نے آج شام یہاں فارن پریس ایسوسی ایشن کے دفتر میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر بھارتی حکومت اپنے ایک سفارت کار کے قتل کے جواب میں مقبول بٹ کو پھانسی پر چڑھا رہی ہے تو اس کا یہ اقدام قانونی اور اخلاقی ہر لحاظ سے غلط ہے ایک شخص کی غلطی کی دوسرے کو سزا دینا سراسر غلط ہے اس کے ساتھ ہی مسٹر امان اللہ خان نے خیال ظاہر کیا کہ ہو سکتا ہے کہ اپنے سفارت کار کو بھارت نے خود قتل کرایا ہو اور اس کے لئے سی آئی اے اور کے جی بی کی طرز پر بھارتیہ خفیہ تنظیم "را" کے ایجنٹوں کا استعمال کیا ہو جب کہ ان کی تفتیشی حراست کے دوران ایک پولیس افسر نے انہیں بتایا کہ مسٹر مہاترے کو قتل کرانے والے پیشہ ور لوگ ہیں۔ مسٹر امان اللہ نے کہا کہ را کی ایک اعلیٰ افسر کی ایک کتاب گزشتہ سال شائع ہوئی ہے۔ جس میں اس نے بتایا ہے کہ بھارتی حکومت را کے ذریعہ اس طرح کے کئی قتل اور کارروائیاں کرا چکی ہے۔ تاکہ دوسروں کو بدنام کیا جاسکے۔ بھارت اپنے سفارت کار کو قتل کرا کے کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اس سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ بھارت کا پہلا مقصد لبریشن فرنٹ کو دہشت پسند تنظیم ثابت کرکے دنیا میں بدنام کرنا ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ ہم نہایت ہی موثر انداز میں سیاسی اور سفارتی سطح پر بھارت کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں اندرا گاندھی کی آمد پر ہم نے لندن' ڈنمارک اور نیویارک میں بڑے مظاہرے کئے بھارت کا دوسرا مقصد مقبول بٹ کو پھانسی پر چڑھا کر آزادی کی تیزی سے بڑھتی ہوئی تحریک کو ختم کرنا ہے۔ تیسرا مقصد برطانیہ اور پاکستان کے تعلقات خراب کرنا ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ ایک سازش کے تحت برطانوی ذرائع ابلاغ کو غلط اطلاعات فراہم کی گئیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے بی بی سی اور آئی ٹی وی کی مثالیں دیں۔ بی بی سی کے ایک نشریہ میں کہا گیا ہے کہ سفارت کار کو یرغمال بنانے والوں نے "پاکستان" میں گرفتار شدگان کی رہائی کا مطالبہ کیا ہے۔ اور آئی ٹی وی نے اپنی نشریات میں کہا تھا کہ ایک پاکستانی دہشت پسند تنظیم نے مہاترے کو اغوا کیا ہے۔ امان اللہ کے خیال میں بھارت کا چوتھا مقصد یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اسے بہانہ بنا کر فاروق عبداللہ کی منتخب حکومت کو ختم کر سکے۔ اور ساتھ ہی بھارتی اپوزیشن کا منہ بھی بند کر سکے۔ انہوں نے بھارت میں جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں سے کہا کہ بھارتی حکومت نے شیخ عبداللہ کو گرفتار کرکے پندرہ سال جیل میں رکھا جب کہ انہیں اسمبلی کے ۸۰ فیصد ارکان کی حمایت حاصل تھی۔ اور پھر رہا کرکے وزیر اعلا بنا دیا جب کہ وہ اسمبلی کے رکن تک منتخب نہیں ہوئے تھے۔

جنگ لندن ۹ فروری ۱۹۸۴ء

روزنامہ

جنگ

لندن

۹ فروری

۱۹۸۴ء

مقبول بٹ کو پھانسی دینے کیلئے راویندرا مہترا کو قتل کیا گیا

[illegible] پسند تنظیموں سے کشمیری [illegible]

[illegible] کانفرنس

[illegible]

اخباری تراشے

روزنامہ "وطن"

لندن

۹ فروری

۱۹۸۴ء

[illegible]



JKLF representatives in the Kingdom, Afzal Tahir(l. ft) and Hashmir Qureshi are seen with JKLF chairman Amanullah Khan in the centre

ہاشم قریشی امان اللہ خان اور افضل طاہر۔ امان اللہ خان پریس کانفرنس میں مہاترے کے اغواء اور قتل کو ہندوستانی سازش قرار دے رہے ہیں۔

افضل طاہر کے ساتھ پریس کانفرنس سے باہر آکر میں نے امان اللہ خان سے پوچھا کہ یہ آپ نے کیا کہا ابھی تو مہاترے کیس کے لوگ گرفتار نہیں ہوئے لیکن اگر وہ گرفتار ہو گئے تو وہ چونکہ لبریشن فرنٹ کے ممبر ہیں اور آپ ان کو لبریشن فرنٹ کے چیرمین کی حیثیت سے ہندوستانی انٹیلیجنس Raw را کے ایجنٹ قرار دے رہے ہیں' کل آپ قوم کے سامنے کیا جواب دیں گے؟ (لیکن کشمیری قوم تو اس قدر معاف کرنے والی اور بھولنے والی قوم ہے کہ تحریک آزادی کے غداروں کو ہیرو اور ہیرو کو غدار بناتی ہے۔ تبھی تو دنیا کی سب قومیں آزاد ہوئیں مگر کشمیر........) امان اللہ خان کا جواب تھا کہ میں نے یہ موقف لبریشن فرنٹ کو پولیس کے عتاب سے بچانے کے لئے اختیار کیا۔ لیکن لبریشن فرنٹ کے سیکریٹری جنرل اور مجلس عاملہ کے دوسرے عہدہ داروں نے جب سختی سے اس پریس کانفرنس کا نوٹس لیا اور جہانگیر مرزا (مہاترے کیس میں سزایافتہ) امان اللہ خان کے برمنگھم والے گھر پر گئے تو وہاں امان اللہ خان نے معافی مانگ لی اور چیرمین شپ سے دست برداری پر آمادہ ہوئے مگر سبھی نے کہا کہ اس وقت کے بحران میں آپ کا چیرمین شپ سے الگ ہونا نقصان کا باعث ہوگا۔

میں نے ابتداء میں بھی لکھا کہ میرا کسی سے ذاتی یا کسی جائیداد کے بٹوارے کا جھگڑا نہیں ہے اور نہ ہی سیاسی شہرت کا مسئلہ ہے۔ میں نے اپنے عمل سے سیاست میں وطن اور تحریک آزادی سے اپنی محبت کا ثبوت دیا۔ میں کارکنوں کو یگانہ عمل سے مروا کر لیڈر نہیں کہلایا' میں خود عملی طور پر کارکن ہی رہا' میں نے اس مضمون میں کارکنوں اور امان اللہ خان پر چندہ کمانے یا سیرو تفریح کے الزامات نہیں لگائے بلکہ مقبول بٹ شہید کی چوتھی برسی پر مقبول بٹ کو تختہ دار پر پہنچانے کے اصل واقعات کی نشاندہی کی ہے۔ اصل میں KLA امان اللہ خان نے خود بنائی تھی اور اس کے تمام معاملات کی ذمہ داری امان اللہ خان پر تھی۔ میرے پاس ثبوت کے طور پر امان اللہ خان کے ہاتھ سے لکھا ہوا خط ہے جو انہوں نے ڈاکٹر فاروق اور میرے نام اپریل ۱۹۸۳ء کو لیوٹن انگلینڈ سے لکھا تھا۔ یاد رہے جب امان اللہ خان پر انگلینڈ کی عدالت میں یورپ میں دہشت گردی پھیلانے کا مقدمہ چل رہا تھا تو میں ہالینڈ میں موجود تھا اور میرے پاس یہ خط بھی موجود تھا لیکن میں سیاست میں انتقام کا قائل نہیں ہوں ورنہ میں یہ خط بھی برطانوی پولیس کو دیتا تو امان اللہ خان ملک بدر ہونے کی بجائے طویل عرصے کے لئے جیل جاتے کیوں کہ یہ خط ان کے

ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور تمام تر بچگانہ حرکات کی تفصیل اس خط میں موجود تھی۔ امان اللہ خان لکھتے ہیں :

"آپ لوگوں کے لئے عرض ہے کہ میں نے ۹ جنوری کو ہونے والے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں مجلس عاملہ سے مینڈیٹ لیا ہے کہ میں تحریک آزادی میں جد و جہد کے تیسرے عنصر (مسلح جد و جہد) کو شامل کرنے کے لئے جو اقدامات مناسب سمجھوں، اٹھاؤں۔ ہمارے برسلز کا مشن اور بڑا مشن اسی فیصلے کا حصہ تھا (نوٹ: برسلز میں ہندوستانی سفارت خانے کے دروازے پر تیل چھڑک کر آگ لگائی گئی اور بڑا مشن ہائی جیکنگ کا کام تھا) مشن کی اب پوزیشن یہ ہے کہ آپ لوگ بھی ان معاملات کو بالکل محدود رکھیں۔ اس شعبے کا نام KLA یعنی کشمیر لبریشن آرمی ہوگا اور اسکا طریقہ کار این، ایل، ایف کے طرز کا ہوگا۔"

قارئین کے دلچسپی کے لئے امان اللہ خان کے اس طویل خط کا ایک ورق یہاں پر پیش کیا جارہا ہے جس میں .K.L.A کی تشکیل کا تفصیل سے ذکر ہے۔ امان اللہ خان کے اپنے ہاتھ سے لکھے خط کا عکس بھی آگے شامل کیا جارہا ہے

امان اللہ خان کا خط

ہاشم قریشی و ڈاکٹر فاروق حیدر کے نام

لیوٹن 5-4-83

برادرم ڈاکٹر صاحب وہاشم قریشی!

السلام علیکم

امید ہے کہ آپ لوگ خیریت سے ہوں گے۔

عابد حسین کے ہاتھ بھیجے ہوئے پیکیٹ ملے یا نہیں، مطلع کریں۔

سرینگر ٹائمز نے میرا خط شائع کیا ہے پرچہ بھی بھیج رہا ہوں۔

ہم نے برسلز والے معاملے کو اس لئے OWN نہیں کیا کہ اس سے بڑے مشن پر برا اثر پڑتا۔

اگر افضل صاحب فروری کے وسط میں اپنے پروگرام کے مطابق آتے یا پھر ۱۱ مارچ کے بعد آتے تو ہم نے جو پروگرام بنائے تھے ان پر عمل کرتے۔ وہ سب سستے تھے۔ (برسلز والے پر ہمیں کل ۵۰ پونڈ صرف کرنے پڑے تھے) اسی طرح کے نصف درجن بھر پروگرام بنائے تھے لیکن ایک معاملہ ہوتے ہی افضل صاحب آگئے جس کی وجہ سے ہمیں اپنے سارے پروگرام منسوخ کرکے اسی طرف پوری توجہ دینی پڑی کیوں کہ یہ وقت اور نوعیت کے لحاظ سے انتہائی اہم نتائج کا حامل ثابت ہوسکتا تھا۔ کم از کم بٹ صاحب تو ضرور آتے۔ حمید اور ریاض بھی۔ دوسرے معاملات ثانوی تھے۔

بڑا مشن ناکام ہوا میں کبھی سوچتا ہوں کہ اچھا ہی ہوا۔ حال ہی میں یہاں گارڈین میں ایک طویل مضمون آیا ہے کہ CIA نے کانفرنس کو ناکام بنانے کی کافی کوشش کی۔ اگر ہمارا مشن ہمارے پروگرام کے مطابق ہوتا تو ممکن ہے کہ اسے بھی CIA کی ان کوششوں کے ساتھ منتھی کیا جاتا جس کے نتیجے میں ہمیں اتنا نقصان ہوتا کہ ہم عمر بھر اس کی تلافی نہ کرسکتے۔ جس طرح گنگا کے بارے میں اس الزام سے کہ یہ بھارت نے پاکستان کے دو ٹکڑے کرانے کے لئے اغوا کرایا تھا۔ اسی طرح اگر خدانخواستہ ہمیں کانفرنس کو ناکام کرنے کے لئے CIA کی کوششوں سے منتھی کیا جاتا تو ہم الزام کے قطعاً بے بنیاد ہونے کے باوجود کہیں کے نہ رہتے۔ ہم بین الاقوامی سطح پر کسی کو منہ نہ دکھاسکتے اور اندرون خانہ بھی ہمارے مخالف اسے ہمارے خلاف خوب استعمال کرتے۔ اس ناکامی کا یہ پہلو بھی انتہائی اہم ہے۔ شاید قدرت ہمارے بارے میں کچھ بہتر ہی سوچ رہی ہے۔

آپ لوگوں کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میں نے ۹ جنوری کو ہونے والے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں مجلس عاملہ سے منڈیٹ لیا ہے کہ میں تحریک آزادی میں جد و جہد کے تیسرے عنصر (مسلح جد و جہد) کو شامل کرنے کے لئے جو اہم اقدامات مناسب سمجھوں، اٹھاؤں۔ ہمارے برسلز کا مشن اور بڑا مشن اسی فیصلہ کا حصہ تھا۔ اب پوزیشن یہ ہے کہ آپ لوگ بھی ان معاملات کو بالکل محدود رکھیں۔ اس شعبے کا نام (جو فی الحال) رسمی طور پر لبریشن فرنٹ کا حصہ نہیں تھا K.L.A یعنی کشمیر لبریشن آرمی ہوگا اور اس کا طریقہ کار N.L.F کے طرز کا ہوگا۔ اس کی ممبر شپ انتہائی احتیاط سے اور خون سے حلف اٹھانے

کے بعد ہوگی۔ آپ دو اور مظفر کو میں نے رسما اس میں شامل کیا ہے تینوں کا خون سے حلف نامہ آنا چاہئے لیکن مجھ تک احتیاط سے پہنچائیں۔ اشرف، عارف کمال وغیرہ کو آپ مناسب سمجھیں تو شامل کریں اور دوسروں کو بھی لیکن دوسروں کی شمولیت آپ دونوں بلکہ تینوں کی [illegible] مندی سے ہوگی۔ یہ معاملہ لبریشن فرنٹ سے الگ تھلگ ہے اور لبریشن فرنٹ کے فنڈز بھی اس کے لئے استعمال نہیں ہوتے کیوں کہ فرنٹ کے فنڈز آؤٹ ہو کر کونشن میں پیش ہوتے ہیں اور ہم ان مسائل پر خرچ ہونے والی رقوم کو کونشن میں پیش نہیں کرسکتے۔ نہ ہی [illegible] تفصیلات۔ ۸۱ میں AEKKIES کے عنوان سے جو رقم دکھائی گئی تھی اس وقت مسئلہ نہیں بنی۔ چونکہ تنظیم میں اتحاد تھا اور [illegible] اب مسئلہ بن گئی ہے۔ (دیکھیں میرے نام پر چارج شیٹ) ویسے بھی عسکری شعبے کو سیاست سے بالکل الگ تھلگ رکھا جانا ضروری ہے [illegible] محاذ کے صدر انصاری صاحب N.L.F. کے ممبر نہیں ہیں اسی طرح لبریشن فرنٹ کے بہت سے سینئر عہدیدار اس کے نہ تو ممبر ہیں نہ ہی انہیں کسی تفصیل کا علم ہے۔ البتہ فرق یہ ہے کہ N.L.F محاذ کی لیڈر شپ کی مسلح جدوجہد سے الرجی کے نتیجے میں ہائی کمان کی منظوری کے بغیر ہی وجود میں آیا تھا جب کہ K.L.A رسمی منظوری کے بعد وجود میں آرہا ہے۔ لبریشن فرنٹ کے وہ عہدیدار جو K.L.A کے لئے طریقہ کار، اسٹرکچر وغیرہ بنا کے بھیج دوں گا۔ آپ لوگ اس پر عمل کریں۔ اس میں تین اہم شعبے یعنی آپریشنل، فنانشل اور کوارڈی نیشن کے شعبے ہوں گے۔ آپریشن والے آپریشن کے فن کے علاوہ سیاسی طور پر بھی باشعور ہونے چاہئیں۔ ورنہ صرف INERTEMAIUS تصور ہوں گے۔ جیسا کہ یعقوب علی نے بھی ریمارک دیا ہے۔ اس وقت تک میں ناگزیر مجبوریوں کی وجہ سے اس اسٹرکچر پر سختی سے عمل نہیں کرسکا ہوں لیکن آگے کرنا ہوگا اور اس پر سختی سے کاربند رہنا ہوگا۔ بٹ صاحب جن مصائب کا شکار ہوئے ان کی وجوہات میں سے ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ انہوں نے N.L.F. کے ابتدائی اہم فیصلوں (یعنی این ایل ایف کی ممبر شپ کے سلسلے میں انتہائی احتیاط اور سختی) پر پوری طرح عمل نہیں کیا۔ (۱۹۶۶ کے دوران) جس کے نتیجے میں بارمولہ کا وہ شخص ممبر بن گیا جو تمبر کو بھارتی فوجوں کی رہنمائی کر رہا تھا۔ اور جس نے اس مکان کی نشاندہی کی جہاں بٹ صاحب روپوش تھے۔ موجودہ سیاسی صورت حال کے پیش نظر انتہائی احتیاط اور ضروری ہوگئی ہے۔ اگر کوئی ایسا آدمی ملے جو لبریشن فرنٹ کا ممبر نہیں لیکن اس میں آنا چاہتا ہے تو کوشش کریں وہ پہلے فرنٹ کا ممبر بنے اس کے بعد ہی K.L.A کا بن سکتا ہے۔ ورنہ بعد میں دشواریاں پیدا ہوں گی اور اس پر تنظیم کا پورا ہولڈ نہیں ہوگا۔ اس سلسلے میں چند واضح مثالیں موجود ہیں۔ ہاشم قریشی کا مسئلہ اور ہے وہ رسما نہ سہی عملاً محاذ رائے شماری کا ممبر تھا۔ K.L.A کے سلسلے میں پوری طرح محتاط رہیں۔ میں اس کوشش میں ہوں کہ وہاں سے کچھ لوگ یہاں آسکیں۔ یہاں برطانیہ تو نہیں آسکیں گے البتہ یورپ کے دوسرے ملکوں میں اور وہ بھی عارضی طور پر مستقل رہائش یا کام کرنے کے لئے نہیں۔ البتہ اس سلسلے میں ابھی وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا اس لئے کہ مالی معاملات حائل ہیں۔ یہاں جو بھی آئے گا اس کا K.L.A جیسے اہم شعبے کا ممبر ہونا ضروری ہوگا۔ میں عسکری ونگ کا K.L.F نام رکھنا چاہتا تھا لیکن اس میں شدید قسم کی عملی دشواریاں تھیں۔ اس لئے K.L.A رکھا۔ پھر کراچی کے جی ایم سید نے بھی اس بارے میں اچھا تاثر دیا۔ لون صاحب نے کہا ہے (سرینگر ٹائمز کے مطابق) کہ گنگا کا اغوا نہ بھارت نے کرایا تھا نہ پاکستان نے یہ ہاشم اور اشرف کا ذاتی فعل تھا۔ اگر وہ ہاشم اور اشرف کی جگہ N.L.F کہتے تو اور بھی اچھا ہوتا۔ میں نے گنگا کیس کے سلسلے میں بھٹو کے خط کا ذکر اور ہاشم اور اشرف کی مالی پوزیشن کا ذکر خاص مقصد سے کیا تھا۔

اچھا جی اب اجازت دیجئے میرے سونے کا وقت ہوگیا اس وقت رات کے ٹھیک تین بجکر دو منٹ ہوئے ہیں یعنی وہاں کے سات بج کر دو منٹ صبح کے۔ جب میں آپ کو صبح سات آٹھ بجے فون کرتا ہوں اس وقت یہاں رات کے تین چار بجے ہوتے ہیں اور اس وقت تک کام کرنے کے بعد سونے کے لئے اوپر جانے سے پہلے فون کرتا ہوں۔

والسلام

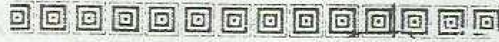
احقر

امان اللہ خان

کشمیر لبریشن آرمی K.L.A کے بارے میں لکھے گئے اس خط کا اصل متن بھی اس کے ساتھ عکس بند کیا گیا ہے۔ یہ خط امان اللہ خان نے ۵ اپریل ۱۹۸۴ء کو ڈاکٹر فاروق حیدر اور مصنف کے نام تحریر کیا تھا مگر ٹھیک ۸ سال کے بعد امان اللہ خان نے اپنی کتاب "جہد مسلسل" میں نے اپنے ہی خط میں لکھے گئے حقائق کو جس طرح مسخ کرنے کی کوشش کی ہے اس سے امان اللہ

خان کی بوکھلاہٹ اور مکر و فریب کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے وہ لکھتے ہیں : "ادھر لبریشن فرنٹ کے کچھ ممبروں نے میری اور تنظیم کی منظوری اور علم کے بغیر ہی کشمیر لبریشن آرمی نامی خفیہ تنظیم بنائی اور برمنگھم میں بھارت کے اسٹنٹ ہائی کمشنر رویندر مہاترے کو اغوا کر لیا۔ جسے بعد ازاں قتل کر دیا گیا۔ (جہد مسلسل صفحہ ۱۵۰ ۱۵۱)

امان اللہ خاں کی جانب سے اصل حقائق کو مسخ کر کے پیش کرنے کا مقصد دراصل ان سازشوں پر پردہ ڈالنا ہے جو قائد کشمیر مقبول بٹ کو شہید کروانے کے لئے کی گئی تھیں۔ امان اللہ کی اس کتاب "جہد مسلسل" سے چند اقتباسات بھی پیش خدمت ہیں۔ فیصلہ مستقبل کے مورخ اور قارئین پر چھوڑتا ہوں۔





امان اللہ خان کی کتاب

"جہد مسلسل" سے اقتباسات

(صفحہ نمبر ۱۵۰-۱۵۱)

سن ۸۲ اور ۸۳ کے دوران بھی ہم نے بٹ صاحب کی رہائی کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ ۸۲ میں ہم نے دہلی میں ایک ایسی کاروائی کی جس نے بھارتی حکومت کو ہلاکر رکھ دیا لیکن ہم بٹ صاحب کو آزاد نہ کراسکے۔ اس سلسلے میں ایک اور انتہائی جرات مندانہ اقدام بھی ایک اتفاقیہ معاملے اور اقدام کرنے والوں میں غلط فہمی کی وجہ سے ناکام ہوا۔

ادھر لبریشن فرنٹ کے کچھ ممبروں نے میری اور تنظیم کی منظوری اور علم کے بغیر ہی کشمیر لبریشن آرمی نام کی ایک خفیہ تنظیم بنائی اور برمنگھم میں بھارت کے اسسٹنٹ ہائی کمشنر رویندرا مہاترے کو اغوا کر لیا۔ اغوا کنندگان نے اعلان کیا کہ اگر بھارتی حکومت نے ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر مقبول بٹ اور ان کے ساتھیوں حمید اور ریاض اور مقبوضہ کشمیر کے جیلوں میں دوسرے حریت پسندوں کو رہا نہ کیا تو مہاترے کو قتل کر دیا جائے گا۔ میں نے واقعہ کی اطلاع ملنے اور اس پر خاصا غور و خوض کرنے کے بعد بھارتی ہائی کمشنر سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تاکہ اس مسئلے کا حل نکالا جاسکے لیکن بھارتی ہائی کمشنر نے یہ کہہ کر انکار کیا کہ اگر ہم نے امان اللہ سے بات چیت کی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے لبریشن فرنٹ کو تسلیم کیا ہے۔ بہرحال بھارتی ہائی کمیشن ٹالتا رہا یہاں تک کہ دوسرے دن مجھے' زبیر الحق انصاری اور ہاشم قریشی سمیت لبریشن فرنٹ کے بہت سے اہم ممبروں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس طرح میری کوششوں کا سلسلہ بالکل کٹ گیا۔ ادھر جب اغوا کنندگان کی طرف سے ۲۴ گھنٹے کی بجائے ۵۴ گھنٹے انتظار کرنے کے باوجود کوئی جواب نہیں ملا تو مہاترے کو قتل کیا گیا جس کی اطلاع پولیس نے مجھے پولیس اسٹیشن میں دی جہاں میں زیر حراست تھا۔ ادھر زبیر الحق نے پولیس کی حراست سے رہا ہوتے ہی میری گرفتاری کے خلاف ہائی کورٹ میں رٹ دائر کر دی تھی۔ اور پولیس کو مہاترے کے اغوا میں ملوث ہونے کا کوئی ثبوت نہیں مل رہا تھا۔ چنانچہ مجھے اور ہاشم قریشی کو ۲۷ گھنٹے حراست میں رکھنے کے بعد عدالت کے حکم پر رہا کر دیا گیا۔ اسی رات بی بی سی کی عالمی سروس نے خبر دی کہ بھارتی حکومت نے بٹ صاحب کو پھانسی دینے کا فیصلہ کیا ہے اور ۱۱ فروری کو انہیں پھانسی دی جارہی ہے۔ یہ سن کر ہم پر بجلی سی گری۔ اس وقت ہاشم قریشی اور افضل طاہر بھی میرے پاس تھے۔ ۹ فروری کو میں نے فارن پریس ایسوسی ایشن لندن میں پریس کانفرنس کی اور کہا کہ مقبول بٹ کو ناکردہ گناہوں کی سزا دی جارہی ہے کیوں کہ مہاترے کے اغواء میں ان کا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔ ادھر بٹ صاحب کے وکیل مظفر بیگ نے بھارتی سپریم کورٹ سے رجوع کیا تو اس نے آئینی اور قانونی اصولوں کی دھجیاں اڑاتے ہوئے رٹ نامنظور کی۔ ۱۰ فروری کو ہم نے لندن' برمنگھم' ڈنمارک' ہالینڈ' پیرس اور مغربی جرمنی میں بھارتی سفارت خانوں پر زبردست مظاہرے کرائے۔ ہم لندن میں انڈیا ہاؤس کے سامنے مظاہرہ کر رہے تھے کہ بی بی سی کے نمائندے رابن نے مجھے اطلاع دی کہ ابھی ابھی رائٹر نے دہلی سے اطلاع دی ہے کہ بھارتی سپریم کورٹ نے بٹ صاحب کی پھانسی سے متعلق حکم امتناعی کی درخواست بھی مسترد کر دی ہے۔ ہم شام کو گھر پہنچے اور رات بھر جاگتے رہے۔ برطانیہ کے وقت کے مطابق رات ۲ بجے اور بھارتی وقت کے مطابق

صبح ساڑھے سات بجے بی بی سی کی عالمی سروس کی پہلی ہی خبر یہ تھی کہ کشمیری حریت پسند مقبول بٹ کو انتہائی سخت حفاظتی انتظامات کے تحت تہاڑ جیل دہلی میں تختہ دار پر چڑھایا گیا۔

بٹ صاحب کے تختہ دار پر چڑھنے کے کوئی دس دن بعد لبریشن فرنٹ کے ممبر راجہ عبدالقیوم کو گرفتار کرکے اس کے خلاف مہاترے کے اغواء اور قتل میں ملوث ہونے کے الزام میں کیس رجسٹر کیا گیا اور اس کے چند دن بعد محمد صدیق بھٹی، مجید انصاری، جہانگیر اختر مرزا اور ان کے کئی دن بعد ریاض ملک کو گرفتار کرکے ان سب کے خلاف بھی کیس رجسٹر کیا گیا۔ چند دن بعد راجہ قیوم کے رشتہ دار راجہ اسحاق کو بھی گرفتار کرکے ضمانت پر رہا کیا گیا۔ تقریباً تیرہ ماہ کے بعد گرفتار شدگان میں سے راجہ قیوم اور ریاض ملک کو عمر قید، صدیق بھٹی کو بیس سال، جہانگیر مرزا کو تین سال اور مجید انصاری کو دو سال کی سزائیں سنائی گئیں۔ راجہ اسحاق پر پانچ سو پونڈ کا جرمانہ عاید کیا گیا۔ مجید انصاری اور جہانگیر مرزا سزا کاٹ کر رہا ہوگئے ہیں۔



امان اللہ خان کا یہ طویل خط میرے پاس اصل شکل میں موجود ہے جس میں .K.L.A کی تشکیل وغیرہ کا تفصیل سے ذکر ہے لیکن انہوں نے مہاترے کیس اور .K.L.A کے ساتھ کسی تعلق سے انکار بھی کیا اور کشمیر لبریشن آرمی اور مہاترے کے قتل کو ہندوستان کی انٹیلیجنس را (RAW) کی سازش بھی قرار دیا۔ اب جب کہ یہ ثابت ہوا کہ .K.L.A امان اللہ نے بنائی تھی اور مہاترے کے کیس میں وہ پوری طرح ملوث تھے مگر اس کے بعد اس سارے عمل کو ہندوستان کی انٹیلجنس را کا اقدام قرار دینا کیا ثابت کرتا ہے؟ ذہنی طور پر سیاسی دیوالیہ پن کا ثبوت یا مہاترے کے قتل کے بعد مقبول بٹ کو پھانسی لگوانے کا شدید احساس گناہ؟ یا کہیں امان اللہ خان کے منہ سے حقیقت ظاہر ہوئی کہ .K.L.A را نے بنوائی تھی اور مہاترے کیس بھی را نے ہی تیار کرالیا؟ اور امان اللہ خان نے پریس کانفرنس میں مہاترے کے قتل کے پیچھے ہندوستان کے دو مقاصد بتائے تھے۔ (۱) لبریشن فرنٹ کی سرگرمیاں یورپ میں بند کرانا (۲) مقبول بٹ کو پھانسی پر لٹکانا۔ اور بدقسمتی سے یہ دونوں مقاصد اصل میں امان اللہ خان اور ان کے چند ساتھیوں کے ہاتھوں (جو آج کل ان کے ساتھ نہیں ہیں)، پورے ہوئے۔ اب مقبول بٹ شہید کو شہید ہوئے ۲ سال ہوئے کشمیری قوم کو خاص طور پر ان لوگوں کو جو مقبول بٹ شہید کی جد و جہد اور نظریات کے وارث بنے ہوئے ہیں، سوچنا چاہئے کہ کیا کشمیر کی آزادی کی جد و جہد صحیح ڈگر پر جارہی ہے یا کہیں مقبول بٹ کو قتل کرانے کا ذریعہ بننے والے آج ان کی اور ان کی جد و جہد کے مجاور بن کر اصل میں اپنی سیاسی دکانداری تو نہیں چلا رہے ہیں؟ اس سے پہلے کہ میں اس مضمون کو ختم کروں میں مہاترے کیس میں متنازعہ بننے والی گرفتاری اور گرفتاری کے بعد مزید لوگوں کی گرفتاری کا باعث بننے والے جناب راجہ قیوم کی گرفتاری وغیرہ کی تمام تفصیل پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جو مہاترے کیس کے سلسلے میں نہایت ہی اہم ہے۔



راجہ قیوم کی گرفتاری

مہاترے کے اغواء اور قتل کے ۱۰ دن بعد راجہ قیوم (مہاترے کیس کا ایک ملزم) کی طرف سے امان اللہ خان کے گھر ایک آدمی آجاتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ راجہ قیوم کا فون مانچسٹر سے آیا ہے اور اس نے یہ نمبر دیا ہے اور کہا کہ فون پر مجھ سے بات کریں میں اور امان اللہ خان مظفر بیگ (ایک دوست) کی گاڑی میں ہائی وے کے ایک ریسٹورینٹ میں جاتے ہیں اور امان اللہ راجہ قیوم سے بات کرتے ہیں' امان اللہ خان ان سے کہتے ہیں کہ تم روپوش کیوں ہوئے تمہیں تو سامنے آجانا چاہئے اور پولیس اگر پکڑے تو ان کا سامنا کرو۔ راجہ قیوم نہ جانے کیا جواب دیتے ہیں میری اس دفعہ راجہ سے ہیلو! ہیلو ہوئی پھر اچانک دو تین دنوں کے بعد اسحاق نامی ٹیکسی ڈرائیور آجاتا ہے اور امان صاحب سے میرے سامنے کہتا ہے کہ راجہ قیوم میرا رشتہ دار ہے اور وہ کل رات میرے گھر لیوٹن آیا ہے اور آپ کو بلا رہا ہے" امان صاحب جانے لگے تو میں نے انہیں روکا اور کہا کہ "آپ نے پہلے ہی ہر معاملے میں بیڑا غرق کیا ہے یہاں تک کہ بٹ صاحب کو پھانسی لگی' مجھے آپ راجہ قیوم سے ملنے دیں۔ میں اسحاق کے ساتھ اس کی ٹیکسی میں پہلے اسٹیشن وغیرہ جاتا ہوں اور اس کے بعد اسحاق اپنے گھر جاتا ہے میں ٹیکسی میں رہتا ہوں پھر ۱۰ منٹ کے بعد اسحاق دروازے پر آواز دیتا ہے کہ آپ اندر آئیں چائے پی لیتے ہیں۔ یہ سب وہ سیکورٹی کے لئے کر رہے تھے۔ راجہ قیوم سے جب میں ملا تو اس کی ایک انگلی پر زخم کا گہرا نشان دیکھا جو غالباً مہاترے کے دانتوں کا تھا۔ اس نے زندگی کے لئے جد و جہد کی ہوگی۔ راجہ قیوم گھبرایا ہوا تھا اور ان ہی کپڑوں میں تھا جس میں وہ مہاترے کے قتل کے وقت تھا۔ میں نے اس سے کچھ سوال کئے "امان اللہ خان کہتے ہیں کہ تم باہر آکر پولیس کا سامنا کرو اور جتنے دن تم اپنے رشتہ داروں کے ہاں رہے ہو مہاترے کے اغوا اور قتل کے تین دن کی اپنی موجودگی بھی ان ہی رشتہ داروں کے ہاں ظاہر کرنا۔ راجہ قیوم نے جواب دیا کہ میرے رشتہ دار گھبرائے ہوئے ہیں۔ جتنے دن میں ان کے گھر رہا وہ بتا دیں گے مگر مہاترے کے اغواء اور قتل کے تین دنوں کی حاضری وہ پولیس کے سامنے جواب نہیں دے پائیں گے بہرحال میں راجہ قیوم کو کپڑے دھونے' جوتا صاف کرنے اور انگلی پر پٹی باندھنے کی ہدایت دے کر امان صاحب کے پاس آیا اور تمام تفصیلات بتا کر باہمی مشورے کے بعد جس میں میرے اور امان اللہ خان کے علاوہ تصدق اور اسحاق بھی شامل تھے۔ یہ طے ہوا کہ کسی برٹش ہولڈر کا پاسپورٹ حاصل کیا جائے جو لبریشن فرنٹ کا ممبر نہ ہو۔ تصدق نے کہا کہ لیاقت نامی ایک لڑکا ہے جو راجہ قیوم کی عمر کا ہے اگر آپ لوگ اس کے اندر جذبہ حب الوطنی بیدار کریں۔ تو وہ پاسپورٹ دے سکتا ہے اور آج کل وہ تنظیم میں دلچسپی لے رہا ہے۔ میری ذمہ داری لیاقت کو ہینڈل کرکے اس کے

اندر جذبہ آزادی بیدار کرنے پر لگی اور میں تین دنوں تک لیاقت کے ساتھ بحث کرتا رہا اور اسے کشمیر کی آزادی کے لئے ہر قربانی دینے کے لئے تیار کیا اور چوتھے دن تصدق حسین کو اس سے پاسپورٹ مانگنے کے لئے کہا اور غالباً اس دن شام کو تصدق نے آکر رپورٹ دی کہ میں نے لیاقت سے پاسپورٹ لے لیا' کل شام کو لے آؤں گا۔ تصدق کے پاسپورٹ لانے کے بعد ہم نے اسحاق کو بلایا اور اسے کہا کہ راجہ قیوم کی عینک اور مونچھوں کے بغیر تصویریں بناؤ۔ امان اللہ خان نے پبلک فون سے ہالینڈ میں مقصود کیانی سے فون پر کہا کہ میں اسحاق نامی آدمی کو پاسپورٹ دے کر بھیج رہا ہوں اس پر تصویریں بدلو انہوں نے حامی بھر دی کہ اس کو بھیج دو۔ غالباً سوموار یا منگل کی بات ہے۔ اسحاق ۱۱ بجے صبح آیا اور راجہ قیوم کی تصویریں نکال کر دیں اور مجھے تصویریں دیکھ کر غصہ آیا کیوں کہ راجہ قیوم نے تصویر میں وہی عینک پہن لی تھی جو اس کے پہلے والے پاسپورٹ فوٹو پر تھی اور جو ہوم آفس برطانیہ کے پاس تھا۔ اسحاق کو تاکید کی گئی تھی کہ عینک کے بغیر تصویر کھینچوائے اسے لیاقت کا پاسپورٹ اور مقصود کیانی کا ایڈریس امان اللہ خان نے دیا اور ۱۵۰ یا ۲۰۰ پونڈ بھی دینے کو کہا۔ بہرحال اس دوران بٹ صاحب کی شہادت کی وجہ سے آزاد کشمیر پاکستان اور برطانیہ میں کشمیری عوام نے شدید رد عمل ظاہر کیا اور میرے بارے میں فیصلہ یہ ہوا کہ مجھے اب جلد سے جلد واپس جانا چاہئے۔ میں نے جمعہ کے لئے مصر ایئر لائن میں سیٹ ریزو کرالی اور راجہ قیوم کے سلسلے میں امان اللہ خان سے یہ طے ہوا کہ اسحاق پاسپورٹ کی تصویر بدل کر لائے تو راجہ قیوم کو آرام سے اسی پاسپورٹ پر BY ROAD برطانیہ سے باہر نکالا جائے۔ لیکن اچانک جمعرات کو اسحاق ۱۱ بجے دن میں آیا اور امان صاحب سے کہنے لگا "خان صاحب مجھے لگتا ہے کہ راجہ قیوم پکڑا گیا ہے" میں نے سوالوں کی بوچھاڑ کر دی "کب کہاں اور تم کب ہالینڈ سے آئے' تصویر نہیں بدلی" اسحاق نے جواب دیا کہ "میں ہالینڈ نہیں گیا امان صاحب کو سب معلوم ہے۔ راجہ قیوم امان صاحب کی مرضی سے میرے پوسٹ آفس کے شناختی پاسپورٹ پر ائرلینڈ کی طرف جارہا تھا' اس نے مجھے کہا تھا اگر میں ۱۲ بجے تک فون نہ کروں تو سمجھ لینا میں پکڑا گیا ہوں" میں پھر امان اللہ خان سے لڑ پڑا کہ لیاقت کے پیچھے چار دن ضائع کرنے اور تصدق کا پاسپورٹ حاصل کرنے وغیرہ کی کیا ضرورت تھی جب کہ آپ کو اپنی ہی مرضی پر چلنا تھا تو انہوں نے جواب دیا کہ پاسپورٹ پر تصویر بدلنے اور ہالینڈ آنے جانے میں کافی دن لگتے اور میں نہیں چاہتا تھا کہ اتنے دن راجہ قیوم یہاں رہے۔ میری اس بات پر کافی تلخی ہوئی اور میں دوسرے دن جمعہ کو ملک لطیف صاحب اور دوسرے دوستوں کے ساتھ ہیتھرو ائیرپورٹ پر مصری ایئر لائن کے ذریعے کراچی جانے کے لئے روانہ ہوا مگر ہیتھرو ائیرپورٹ پر اسکاٹ لینڈ یارڈ پولیس نے مجھے دوبارہ گرفتار کیا اور برمنگھم اسٹیل ہاؤس لے آئے۔ دراصل پولیس نے جمعرات کو راجہ قیوم کو ایئرلینڈ کے لئے فیری (لانچ) پر چڑھتے ہوئے کاغذات نامکمل ہونے کی بنا پر پکڑا تھا اس لئے غالباً اسکاٹ لینڈ یارڈ نے یہ سوچ کر مجھے کراچی جانے سے روکا کہ کہیں میں بھی مہاترے کیس میں ملوث تو نہیں اور راجہ قیوم سے تفتیش کرکے تصدیق کی جائے تاکہ مجھے بھی مقدمہ میں ملوث رکھا جائے مگر دو دن حراست میں رکھنے کے بعد مجھے چھوڑ دیا گیا اور میں مزید ایک ماہ رہنے کے بعد ۱۹۸۴ء کو انگلینڈ سے واپس راولپنڈی چلاگیا اور آزاد کشمیر کے شہر شہر' قریہ قریہ' گاؤں گاؤں' جاکر مقبول بٹ شہید کی شہادت سے ابھرنے والے تحریک آزادی کے جذبے کو لبریشن فرنٹ کے پلیٹ فارم کے ساتھ جوڑ لیا یہاں تک کہ گلگت سے گلگت کے فاتح کرنل حسن خان کے بڑے بیٹے اقتدار حسن کو بھی فرنٹ کے پلیٹ فارم پر لایا۔ اس وقت مہاترے کے اغوا اور بٹ صاحب کی شہادت پر ایسے بھی لوگ تھے جو یہ کہتے تھے کہ ہمیں جب بھی پتہ چلا کہ مہاترے کے اغوا میں کس کا ہاتھ ہے تو ہم اسے اگر قتل نہ کرسکے تو یہ ضرور کہہ دیں گے کہ تم سیاسی ورکر نہیں ہو اور تمہیں کشمیر کی آزادی کا نام لینے کا بھی حق نہیں ہے۔ مگر مفادات بھی بڑی چیز ہے ان لوگوں کو تمام معاملات (مع امان اللہ خان کے خط کے) سے متعلق بہت پہلے پتہ چلا تھا مگر وہ اپنی بات بھول کر امان اللہ خان کے ساتھی بنے۔

بہرحال قوموں کی آزادی کے لئے لڑتے ہوئے جنگ میں غلطیاں بھی ہوجاتی ہیں۔ مگر ان سارے حقائق کو غلطیاں کہہ کر ٹالا نہیں جاسکتا کہ کبھی برسلز میں دروازے پر آگ لگائی جاتی ہے کبھی غیرجانبدار کانفرنس کو بموں سے اڑانے کی دھمکی دی جاتی ہے اور کبھی کچھ اور کبھی کچھ کیا جاتا ہے۔ یعنی سب معاملات پر غور کیا جائے تو وقتی شہرت' ذاتی پبلسٹی اور ورکروں اور مخلص کارکنوں کو قربان گاہ پر بغیر کسی اسٹریٹجی پالیسی کے چڑھانے کا عمل لگتا ہے اور پھر سب سے زیادہ افسوسناک پہلو یہ کہ مقبول بٹ شہید کی قربانی سے ابھرنے والا جذبہ لبریشن فرنٹ کی قیادت نے ذاتی شہرت اور اپنے اندرونی اختلافات کی بھینٹ چڑھا کر فرنٹ کی تنظیم کو تباہ کیا۔ آؤ! کشمیر کے وارثو! ان سب حالات پر غور کرو اور طویل منصوبہ بندی کرکے جنگ آزادی لڑو۔

میں نے مہاترے کیس اور اس کے مضمرات کے بارے میں پارٹی کے اندر طویل جدوجہد کی کہ مہاترے کے قتل جیسے بچگانہ عمل دوبارہ نہ دھرائے جائیں اور اس سلسلے میں میرا ۲۸ فروری ۱۹۸۵ء کا خط بھی موجود ہے اور میں نے مہاترے کے قتل اور شہید مقبول بٹ کی پھانسی کے بارے میں تفصیل ۱۹۸۷ء میں قلمبند کی تھی۔ یہ تفصیل پارٹی کے اندر چند باشعور ساتھیوں اور مقبول بٹ شہید کے بڑے بیٹے جاوید مقبول بٹ کو بھی ارسال کی تھی لیکن میں نے اخباروں میں یا پمفلٹ کی صورت میں اسے شائع اس لئے نہیں کیا کیونکہ پارٹی کے اندر ایک تو بہتری کی امید رکھتا تھا کہ لبریشن فرنٹ بچگانہ حرکتیں چھوڑ کر قومی آزادی کی حقیقی معنوں میں جدوجہد جاری رکھے گا مگر یہ امید بھی اب نہ رہی کیونکہ سبزی فروش' ریڑی بانوں' لوگوں کا دفاع کرنے والے وکیلوں اور دیگر بے گناہوں کو جب بموں کا نشانہ بنایا جارہا ہو اور گہری نظر رکھنے والے لوگوں کو اچھی طرح علم ہے کہ موجودہ کارروائیاں فرقہ پرستی کے جذبے سے شروع ہوئیں۔ اور فرقہ پرستی کے راستے پر گامزن رہ کر یہ کشمیر کو مزید ٹکڑوں میں تقسیم کرنے پر ختم ہوگی اور اس کو جب جنگ آزادی جیسی مقدس جنگ کا نام دیا جائے تو شعور اور ادراک رکھنے والا کوئی بھی فرد اس میں شامل نہیں ہوسکتا۔ بغیر کسی منصوبہ بندی کے یا دنیا کی باقی قومی آزادی کی تحریکوں سے الگ رہ کر معروضی حالات کو مد نظر رکھے بغیر ایک ملک کی انٹیلی جنس سے مل کر بموں کے دھماکے کرنا اور بے گناہوں کو قتل کرنا دہشت پھیلانے کے لئے لڑنا دانشمندی نہیں بلکہ وقتی اور جذباتی عمل کے سوا کچھ نہیں۔

اس ساری تحریک میں حصہ لینے والے مخلص اور مادر وطن کی آزادی کے جذبے سے سرشار نو۔ ان گرفتاریوں کے بعد جن مسائل کا شکار ہوگئے انہیں باہر نکالنے کے لئے یا جیل میں مدد کرنے کے سلسلے میں امان اللہ خان اور ان کے ساتھی ان کے کام نہیں آئیں گے کیونکہ ماضی میں بھی امان اللہ خان نے بے شمار نوجوانوں کو جیلوں میں پھنسا کر ان کی خبر تک نہ لی۔ میرے پاس اس کا ریکارڈ اور قید ہونے والے حریت پسندوں کے خطوط موجود ہیں اور پھر مقبوضہ کشمیر کے نوجوانوں کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ ہر کاروائی کے رد عمل میں ان کو اور ان کے خاندان کو ہی مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا جس طرح میرا اپنا خاندان ۱۹ سال سے کررہا ہے جبکہ غلط منصوبہ بندی کرنے والے نوجوانوں کی صلاحیت اپنی ذاتی شہرت کے لئے استعمال کرنے والے لوگ یا تو پاکستان میں یا آزاد کشمیر میں رہائش پذیر ہیں۔ کیا امان اللہ خان نے لبریشن فرنٹ' آزاد کشمیر و پاکستان سے کسی نوجوان ممبر کو کشمیر کے اس طرف یعنی آزاد کشمیر میں وہاں کی قابض قوتوں کے خلاف لڑایا؟ کیونکہ یہ ساری جنگ تو مادر وطن کشمیر کے لئے ہے۔

بہر حال میری ملاقات لبریشن فرنٹ کے "مستقل" چیئر مین امان اللہ خان سے ۱۹ اکتوبر کو یہاں ایمسٹرڈیم (ہالینڈ) میں ہوئی اور انہوں نے میرے اس سوال پر کہ آپ سبزی فروش کی ریڑی کے نیچے بم رکھ کر سبزی فروخت کرنے والے اور سبزی خریدنے والی عورتوں کو قتل اور زخمی کرکے کونسی آزادی حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ سبزی فروخت کرنے والے ریڑی بان نے ہڑتال نہیں کی اس لئے اس کی ریڑی کے نیچے بم رکھا گیا تاکہ اس طرح دہشت پھیل جائے۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ آپ دعوی تو کرتے ہیں کشمیر کی آزادی کی جنگ لڑنے کا جو بنیادی طور پر کشمیر کے عام آدمی کو ظلم' جبر' غلامی اور استحصالی معاشرے سے نجات دلانے کے لئے ہے مگر دوسری طرف سبزی فروخت کرنے والے غریب مزدور اور سبزی خریدنے والی عورتوں کو بموں سے قتل یا زخمی کراتے ہیں اس سے تو وہاں عام آدمی کے دل میں ہمارے خلاف نفرت پھیل جائے گی اور پھر کسی بھی قوم کو آزادی کی جنگ لڑانے کے لئے اسے شعوری اور نظریاتی طور پر تیار کرنا لازمی اور ضروری ہے تاکہ وہ قوم اور اس کا عام آدمی شعوری طور پر جنگ آزادی میں حصہ لے کر مسائل اور مشکلات کا ادراک کرے نہ کہ دہشت کے زور پر اور پھر میں نے کم از کم ۲۰ آدمیوں کے سامنے مہاترے کو قتل کرنے کے بارے میں پوچھتے ہوئے کہا کہ تم نے میرے سامنے مہاترے کو قتل کرنے کا حکم دیا اور میں نے اسی وقت کہا تھا کہ مہاترے کے قتل کا بدلہ انڈیا بٹ صاحب کو پھانسی دے کر لے سکتا ہے اس لئے اگر پولیس مہاترے کو اغواء کرنے والوں کو پکڑلیتی ہے تو یہ صرف اغوا کا کیس بنے گا مگر بٹ صاحب پر اس کا اثر نہیں پڑے گا۔ اور تم نے کہا "نہیں اغواء کے بعد قتل کے سوا چارہ نہیں" امان اللہ خان نے اقرار کیا کہ "میں نے مہاترے کو قتل کرنے کا حکم اس لئے دیا تھا کیونکہ اس کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا لیکن تمہارا مشورہ اس لئے نہیں مانا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ برطانیہ میں اغواء کے کیس میں قتل کے کیس سے زیادہ سزا دی جاتی ہے اس طرح ۲۰ آدمیوں کے سامنے امان اللہ خان نے مہاترے کو قتل کرانے کا اقرار کرکے میرے' مہاترے اور شہید مقبول بٹ کے بارے میں موقف کو بالواسطہ طور پر درست تسلیم کیا۔ البتہ امان اللہ خان مہاترے کے اغواء کی سازش میں ملوث ہونے سے انکار کرتے رہے مگر قارئین کرام اس طویل مضمون کے حالات

و واقعات کو مد نظر رکھ کر خود فیصلہ کریں کہ امان اللہ خان انڈیا کو مقبول بٹ شہید کو پھانسی دینے کا جواز مہیا کرتے ہیں کہ نہیں؟ اور مقبول بٹ شہید کو ۲۲ سال پہلے سزائے موت سنانے والے جج نیل کنٹھ گنجو کو اگر مقبول بٹ کے ماننے اور چاہنے والوں نے قومی غیرت کے تقاضے کے تحت گولیوں کا نشانہ بنایا تو یہی قومی غیرت کے رکھوالے ایک ایسے آدمی کو جنگ آزادی کا محافظ اور نقیب ماننے کے لئے تیار ہیں جس نے صرف اپنی شہرت کے لئے اور اس ڈر سے کہ اگر مقبول بٹ زندہ واپس آئے تو اس کو کارکنوں کی لائن میں کھڑا ہونا پڑے گا' مقبول بٹ شہید کی رہائی کے لئے ایک محفوظ پلان ہونے کے باوجود مہاترے کیس جیسے بچگانہ فعل کرائے اور عمل کرنے والوں میں چند نوجوان مخلص محب وطن اور مقبول بٹ سے عشق کرنے والے حریت پسند ہیں ان کا تصور یہ ہے کہ وہ مقبول بٹ شہید کی رہائی کی آس میں اس منصوبے پر عمل کر گئے۔

یہ بھی یاد رہے کہ انڈیا نے اپنے بین الاقوامی امیج' ایمنیٹی کے دباؤ اور بین الاقوامی دباؤ کے تحت جناب بٹ صاحب کو ۱۹۷۶ء میں گرفتار کرنے کے بعد ۱۹۸۴ء تک پھانسی نہیں دی جب کہ بٹ صاحب کو یہ سزا ۱۹۶۶ء میں ہی سنائی گئی تھی اور ان کی تمام اپیلیں ۱۹۷۸ء تک مسترد ہوئی تھیں لیکن انڈیا کو مہاترے کے قتل" بہانہ مل گیا اور دنیا کی رائے عامہ بھی مہاترے کے قتل کے بعد شہید مقبول بٹ کے قتل پر ہندوستان کے خلاف نہ ہو سکی اور اس طرح میرے قائد کے جسد خاکی کو بھی ظالموں نے کہیں گمنامی میں دفن کیا۔ بے شک آج وہ میرے ہی نہیں بلکہ ایک کروڑ کشمیری عوام کے دلوں کے مقبروں میں دفن ہیں۔ اور پھر مہاترے کے اغواء اور قتل کو شہید مقبول بٹ نے یہ کہہ کر رد کر دیا تھا کہ مجھے انگلینڈ میں اغواء اور قتل ہونے والے مہاترے کے انتقام کے طور پر پھانسی دی جارہی ہے جبکہ میں اس جرم میں جو تہاڑ جیل نئی دہلی سے ۸ ہزار میل دور ہوا شریک نہیں ہوں اور نہ ہی مجھے اس کا علم تھا۔

پھر امان اللہ خان نے ISI سے مدد لینے کا اقدام بھی کیا۔ میں نے اصولوں کا سودا نہیں کیا جب کہ ادنی سا سیاسی کارکن بھی سوچ سکتا ہے کہ پاکستان کا آدھے کشمیر پر قبضہ ہے اور پاکستان کے حکمرانوں نے ماضی میں کشمیر کو تقسیم کیا اور آج تک گلگت بلتستان کو الگ رکھے ہوئے ہے اور کشمیر کے ہی ایک حصہ کو۔۔۔ چین کے حوالے کیا اور پھر آزاد کشمیر کا ایکٹ ۱۹۷۴ء جس کو دستاویز غلامی کہا جاتا ہے' کے تحت آزاد کشمیر پر حکومت کر رہے ہیں اور پھر پاکستان کا مسئلہ کشمیر کے بارے میں موقف الحاق پاکستان ہے کیوں کہ آزاد کشمیر میں اسمبلی کا الیکشن لڑنا ہو یا نوکری حاصل کرنی ہو پہلے الحاق پاکستان سے وفاداری کے حلف نامے پر دستخط کرنا ہوتے ہیں اور اسی مملکت پاکستان کی ایک انٹیلی جنس ایجنسی خود مختار کشمیر کے نظریئے پر راضی ہو کر کشمیر کو خود مختار بنانے والی قوتوں کو خود مختاری کے نظریئے پر مدد دے سکتی ہے؟ اگر ایسا ہوگا تو ISI مملکت پاکستان سے غداری کا مرتکب ہوگا اور جو ظاہر ہے اتنا منظم اور مضبوط ادارہ کر نہیں سکتا اور پھر یہ دنیا کی تاریخ اور تمام تر معروضی حالات کی نفی کرتا ہے کہ ایک ایسی قوت جو ملک کے ایک حصے پر قابض ہو اور دوسرے قابض کے خلاف اس لئے مدد دیں کہ "تم پہلے اس کو نکال دو میں خود نکل جاؤں گا" بلکہ I.S.I اس لئے لبریشن فرنٹ کی مدد کر رہا ہے کہ لبریشن فرنٹ کو کشمیر کے اندر ہندوستان کے خلاف استعمال کر کے ہندوستان کے لئے مسئلہ بنایا جائے اور اگر لبریشن فرنٹ کی جد وجہد سے انڈیا کشمیر سے نکل جاتا ہے تو ہم پھر لبریشن فرنٹ سے وہ کشمیر لے لیں گے جو انڈیا سے ۴۲ سال تک نہ لے سکے کیوں کہ امداد دے کر لبریشن فرنٹ کی لگام بہر حال I.S.I کے ہاتھ میں ہی ہوگی۔ اور پھر امان اللہ خان نے سردار قیوم اور مسلم کانفرنس جیسی منافق اور آزادی و جمہوریت دشمن فرد اور پارٹی سے اتحاد کر کے نہ صرف لبریشن فرنٹ کے بنیادی نظریات سے غداری کی بلکہ مقبول بٹ شہید کے دشمنوں سے اتحاد کر کے مقبول بٹ شہید کی تمام جد وجہد کو رد کر دیا جب کہ شہید کشمیر نے ۱۹۷۱ء میں گنگا طیارے کے اغوا کے وقت ہفتہ روزہ کہانی کے ایڈیٹر ضیاء شاہد صاحب کو انٹرویو دے کر مسلم کانفرنس اور سردار قیوم کے بارے میں حقائق سے پردہ اٹھایا تھا کہ مسلم کانفرنس اور اس کے لیڈروں کا یہ حال تھا کہ اس کے اکثر ارکان ۱۹۵۸ء تک باقاعدہ حکومت پاکستان کے افسروں سے تنخواہ وصول کرتے تھے۔ ایوب خاں کے دور میں انہیں ۱۴ سال کی یکمشت تنخواہیں دے کر یہ نظام ختم کر دیا گیا پھر ۱۹۷۳ء میں یعنی یہ مدت ختم ہونے کے بعد وہاں امپورٹ لائسنس سسٹم رائج کیا گیا اور تنخواہیں تقسیم ہونے کی بجائے لائسنس تقسیم ہونے لگے۔ پھر سردار قیوم نے ایک برس پہلے المجاہد کے نام پر کروڑوں روپیہ جمع کر کے کشمیر کی آزادی کے نام پر ہر کشمیری اور پاکستانی عوام کو دھوکہ دیا۔ یہ لوگ صرف اقتدار کے بھوکے ہیں چاہے یہ اقتدار ان کو ایک ضلع کا ہی ملے۔ میرے عظیم قائد اور انقلابی شہید کی یہ بات اس وقت بھی سچ ثابت ہوئی جب سردار قیوم پاکستانی عوام کے جمہوری اتحاد M R D کو چھوڑ کر اور تحریک جمہوریت کو بے حد نقصان پہنچا

کر جنرل ضیاء کی گود میں بیٹھ گئے۔ امان اللہ خان اور اس اتحاد کی حمایت کرنے والے لوگ یہ کیسے بھول گئے کہ یہ وہی سردار قیوم اور مسلم کانفرنس ہے جس نے مقبول بٹ شہید کی شہادت پر بھی ۱۹۸۴ء میں شہید کی ذات پر ایسے ایسے الزامات لگائے اور گالیاں دیں کہ شریفوں نے انہیں پڑھنا اور سننا گوارا نہ کیا جب کہ تمام دنیا کے حریت پسند اور کشمیری شہید مقبول بٹ کی شہادت پر ماتم کناں تھے۔ آج بھی ۱۹۸۴ء کے اخبارات اور رسالے گواہ ہیں۔ اور پھر امان اللہ خان شہید مقبول بٹ کے دشمنوں سے اتحاد بھی کریں اور ان کی جد و جہد کو آگے بڑھانے کا دعویٰ بھی کریں؟ میں پارٹی کے مخلص اور دیانتدار دوستوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ امان اللہ خان کا ماضی گواہ ہے کہ جب بھی پارٹی کے اندر کسی باشعور انسان نے تحریک آزادی کو غلط راہوں پر اور ذاتی شہرت کے لئے استعمال ہوتا دیکھ کر پارٹی کے اندر اختلاف رائے کیا تو امان اللہ خان نے ان پر تحریک و پارٹی سے غداری یا کمیونسٹ ہونے کا الزام لگایا اور یا تو ایسے لوگوں کو استعفیٰ دینے پر مجبور کیا یا پھر جھوٹے اور فرضی الزامات لگا کر ان کو پارٹی سے نکال دیا گیا۔ آج اگر امان اللہ خان کے ماضی کے ساتھیوں اور امان اللہ خان کو امان اللہ خان "گلگتی سے امان اللہ خان" بنانے والے رہنماؤں کی طرف دیکھا جائے تو عبدالخالق انصاری' میر عبد القیوم' میر عبدالمنان' صدیق مرزا' جبار بٹ' مشتاق کاشمیری' یونس کامریڈ' زبیر انصاری' اسلم مرزا' حسرت اقبال' جی ایم میر اور افضل طاہر امان اللہ خان کو چھوڑ کر دوسری سیاسی جماعتوں میں چلے گئے۔ یہ سب مشہور رہنما اور کارکن ہیں۔ اس لائن میں کم از کم دو سو سے زیادہ لوگ ہیں جو امان اللہ خان کو آگے بڑھاتے رہے اور پھر راجہ قیوم جو مہاترے کیس میں انگلینڈ میں عمر قید کی سزا کاٹ رہے ہیں انہوں نے امان اللہ خان پر اپنی جان بچانے کے بدلے میں برٹش پولیس کے ہاتھوں پکڑوانے کا الزام بھی لگایا اور تو اور امان اللہ خان نے ایک سابقہ جنرل سکریٹری زبیر الحق انصاری کے بارے میں ایمسٹرڈیم میں ایک محفل میں کہا کہ زبیر انصاری کو کون جانتا تھا اس کو برمنگھم میں سب آوارہ سمجھتے تھے میں نے اسے کہاں سے کہاں پہنچا دیا اور اگر وہ انصاری برادری کی وجہ سے مجھے چھوڑ گیا تو میرا کیا قصور ہے۔ یعنی امان اللہ خان بنیادی طور پر شہرت پسند اور موقع پرست ہیں اور ہر صورت میں سیاست میں زندہ رہنے کے قائل ہیں چاہے اچھے نظریات کے حامل' قابل اور قربانیاں دینے والے ساتھیوں کو اپنے پیروں تلے روندنا ہی کیوں نہ پڑے۔

امان اللہ خان کا ماضی گواہ ہے کہ انہوں نے چار جماعتی اتحاد کرانے پر اور پارٹی کے اندر اختلافات پر عبدالخالق انصاری جیسے محب وطن' قابل عزت اور امان اللہ خان کو امان اللہ خان بنانے والے لیڈر کو مقبول بٹ شہید کے دشمنوں یعنی سردار قیوم سے اتحاد کرنے پر بٹ صاحب سے غداری اور اصولوں سے انحراف کرنے کا طعنہ دیا جب کہ آج خود امان اللہ خان سردار قیوم کی گود میں بیٹھے ہیں اس لئے امان اللہ خان کے بارے میں یہ بات سو فیصد سچی ہے کہ وہ ہر اس شخص سے جو ان کی ذات کے لئے پارٹی کے اندر خطرہ بن جاتا ہے' تحریک آزادی کے نام پر ہی اسے غداری جیسے الزامات سے نوازتے ہیں جب کہ چند دن پہلے وہ آدمی امان اللہ خان کا قریبی ساتھی اور پارٹی کا معزز رکن اور محب وطن ہوتا ہے۔ افضل طاہر کی مثال زندہ ہے کہ انہوں نے عرب ممالک سے امان اللہ خان کو لاکھوں روپے بطور چندہ اکٹھا کر کے دیا بلکہ وہ اپنی ماہانہ بیس ہزار سے زیادہ کی آمدنی پارٹی کو دیتے رہے مگر جب انہوں نے اصولوں پر اختلاف کیا اور خود کشی والی مہم جوئی اور مہاترے کیس پر اختلاف کیا تو انہیں اسی امان اللہ خان نے کمیونسٹ' غدار اور "را" کا ایجنٹ تک کہا۔ لیکن میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ بہت سارے دوست اور کارکن جو مخلص ہیں مگر وہ جنگ آزادی اور قتل عام میں فرق محسوس کرتے ہیں اور موضوعی حالات کے بجائے معروضی حالات پر نظر رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک بم کا دھماکہ ہونا چاہئے' چاہے وہ کسی ریڑی کی نیچے ہو یا ان کے اپنے گھر میں ہو۔ ایسے ہی لوگ امان اللہ خان کی فرقہ پرستی' بے گناہوں کے قتل عام اور کشمیر کو مزید تقسیم کرنے والی جدوجہد کے حامی ہیں۔ مگر یہی لوگ مستقبل میں موجودہ پالیسی کی ناکامی اور تحریک اور تنظیم پر مضر اثرات پڑنے کے بعد ندامت کا شکار ہوں گے۔ میں جب آج I.S.I کا آلہ کار بننے کے خلاف آواز اٹھاتا ہوں' مقبول بٹ شہید کو پھانسی لگوانے والوں کے چہروں سے نقاب اٹھاتا ہوں' سردار قیوم خان کے ساتھ اتحاد کی اصولی مخالفت کرتا ہوں اور قومی آزادی فرقہ پرستی اور قتل عام کی پالیسی میں فرق کرنے کا احساس دلاتا ہوں تو مجھے بھی آج امان اللہ خان اور ان کے چند مفاد پرست اور ہیروئن فروخت کرنے والے ساتھی تحریک اور تنظیم کا دشمن اور "ہندوستانی ایجنٹ" کہہ رہے ہیں جبکہ میں مقبول بٹ شہید کا قریبی ساتھی اور ان کا کارکن رہا ہوں اور ان کی سکیم پر بھارتی طیارہ گنگا کو اغوا کر چکا ہوں جس کی انہوں نے لگاتار کئی بار ذمہ داری قبول کی اور پھر میں نے آزاد کشمیر پاکستان اور ہندوستان مقبوضہ کشمیر میں ۱۹۸۲ء میں لبریشن فرنٹ کی بنیادیں ڈالی ہیں۔ میرے بھائی اقبال قریشی کو ۱۹۸۳ء میں ۱۵ اگست کو سری نگر کے

اسٹیڈیم میں فوج پر بم پھینکنے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا اور ڈھائی سال تک اس پر تشدد ہوتا رہا میں نے آزاد کشمیر و پاکستان میں شہر شہر قریہ قریہ جا کر لبریشن فرنٹ کے نظریات عام کئے تنظیم منظم کی اور اس دوران مظفر آباد جیل میں مجھے لہو لہان کر دیا گیا' راجہ مظفر اس کے گواہ ہیں۔ یہی نہیں مجھے چھ دفعہ آزاد کشمیر بدر کیا گیا۔ جنگلوں اور بیابانوں میں تحریک اور تنظیم کے لئے میلوں پیدل چلتا رہا تب جا کر امان اللہ خان کو ۱۹۸۶ء میں لبریشن فرنٹ کی صورت میں آزاد کشمیر و پاکستان میں مضبوط جماعت ملی۔ مقبوضہ کشمیر کے بہت سے لوگ اس بات سے ناواقف ہیں کہ ۱۹۸۳ء میں مقبوضہ کشمیر کے درودیوار پر جو پوسٹر اور اسٹیکر لبریشن فرنٹ کے نظر آتے رہے وہ اور پوسٹروں کی فلمیں میں نے اپنی بہن!

ہاں کشمیریو!

..... میں نے اپنی بہن کے پیٹ پر باندھ کر فرنٹ کے لٹریچر کے ساتھ "اسمگل" کرا کے کشمیر کے اندر پہنچوا دیئے تھے۔ اس کے بعد میرے بھائی اقبال قریشی پر ہو رہے مسلسل تشدد ان کے قید و بند اور اس طرح کے دوسرے مصائب کے نتیجے میں میری ماں نے ۱۹۸۴ء میں ہسپتال میں بے بسی کے عالم میں دم توڑ دیا۔ میرے بھائی کہاں ہیں لبریشن فرنٹ کے وہ غیرت مند سیاسی کارکن جنہوں نے میرے شانہ بشانہ قریہ قریہ گاؤں گاؤں آزادی اور عام آدمی کی بھلائی کے لئے جد و جہد کی۔ اور جو میں نے مقبول بٹ شہید سے سیکھا تھا وہی درس حریت دیا نہ کہ اپنے لئے اندھی عقیدت اور آج جب کہ میں کشمیر کے اندر فرقہ پرستی کی بنیاد پر تقسیم کرنے والی جد و جہد اور ذاتی شہرت کے لئے بے گناہوں کو قتل کرنے کی پالیسی کے خلاف ہوں میں بھی (جو انیس سال سے امان اللہ خان کے ساتھ کسی نہ کسی رنگ میں ساتھ چلتا رہا) تحریک کا "دشمن" ہو گیا تو کل اعظم انقلابی اور شبیر شاہ جیسے دوسرے حریت پسندوں کی بھی باری آئے گی۔



شہید مقبول بٹ کی پھانسی پر

ایک ایڈووکیٹ کا انٹرویو

نوٹ :۔ ایک ایڈووکیٹ جن کا بٹ صاحب کے وکیلوں کے ساتھ نزدیکی رابطہ رہا اور جنہوں نے خود بھی بٹ صاحب کے کیس کی فائیل کورٹ سے نکالنے میں بہت کوشش کی اور بٹ صاحب کے ساتھ ملاقات بھی کی تھی' کا بٹ صاحب کی پھانسی پر تبصرہ پیش خدمت ہے۔ اس تبصرہ کا آڈیو کیسٹ بھی ہمارے پاس موجود ہے جس میں ان کا نام وغیرہ بھی محفوظ ہے۔

مجھے بٹ صاحب کے کیس کی فائل دیکھنے کا موقع ملا جس میں ہم نے ایک Technical fact پایا ہے۔ وہ یہ تھا کہ اس فائل میں ORIGINAL DEATH CENTENCE CERTIFICATE نہیں تھا دوسری بات یہ کہ اس کیس میں بٹ صاحب نے کہا تھا کہ میں نے ہائی کورٹ میں اس وقت کے جج نیل کنٹھ گنجو کو ایک درخواست دی جس میں درج تھا کہ مجھے غلام احمد ایڈوکیٹ کے بدلے اپنی مرضی کا وکیل چاہئے تاکہ وہ میری کیس کی پیروی کرے مگر اس فائل میں وہ درخواست نہیں تھی۔ جب ہم نے غور سے فائل دیکھی تو PAGE MARKING غلط تھی' پہلے ایک PAGE MARKING تھی پھر اس کو مٹا کر دوسری PAGE MARKING کی گئی تھی جس سے صاف ظاہر تھا کہ اس فائل میں سے بٹ صاحب کی درخواست نکالی گئی ہے۔ جب ہم نے اس کیس میں ایسی بڑی قانونی غلطی پائی تو ہم پھر سپیشل پریسیکیوٹر (Special Prosecutor) کے پاس یہ معلوم کرنے کے لئے گئے کہ کیا واقعی یہ سچ ہے کہ اس کیس میں ORIGINAL DEATH CERTIFICATE نہیں ہے۔ سپیشل پریسیکیوٹر کا نام علی محمد وٹالی تھا جو بعد میں ڈی آئی جی کشمیر کی حیثیت سے ریٹائر ہو گئے۔ انہوں نے کہا واقعی بٹ صاحب کے کیس میں وہ سرٹیفکیٹ نہیں۔ ہم نے وٹالی صاحب سے کہا کہ ہمیں یہ نکتہ سپریم کورٹ میں اٹھانا ہے۔ آپ کو واقعی یقین ہے کہ اس فائل میں ORIGINAL DEATH CERTIFICATE نہیں ہے جس پر جج کے دستخط ہونے چاہئیں۔ انہوں نے کہا کہ ایک معصوم کی جان بچانے کے لئے سچ کہہ رہا ہوں کہ اس میں اصلی DEATH CENTENCE سرٹیفکیٹ نہیں ہے۔ پھر کم از کم چھ مہینے تک ہم نے فائل نہیں نکالی اور جب وکیل پاٹھک سری نگر آئے اور میں نے خود وہ فائیل لے کر دی اور ان کے ساتھ ہی میں بھی دہلی گیا۔ دہلی میں ہی میں نے سنا کہ لندن میں لبریشن آرمی والوں نے مہاترے کو اغوا کیا اور بٹ صاحب کو رہا کرانے کی مانگ کی۔ بدقسمتی سے مہاترے کو اغوا کرنے والوں نے یہ دریافت نہیں کیا کہ کیا مقبول بٹ کو قانونی طور پر پھانسی دی جاسکتی ہے کہ نہیں مگر انہوں نے یہ معلوم کئے بغیر مہاترے کا اغوا کیا' جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقبل بٹ کے خلاف خود ان کے آدمیوں نے سازش کی اور انہیں شہید کروایا۔"

سوال :۔ مقبول بٹ شہید ۱۹۷۶ء میں گرفتار ہوئے مگر مہاترے کا قتل ۱۹۸۴ء میں ہوا۔ آپ نے ۱۹۷۶ء سے ۱۹۸۴ء تک کیس کی پیروی کیوں نہیں کی؟

جواب :۔ میں نے چونکہ وکالت کا پیشہ ۱۹۸۱ء میں اختیار کیا اور مقبول بٹ کے بھائی نے مجھے مقبول بٹ کے کیس کے بارے میں کہا۔ کہ اس کیس کی پیروی غلام نبی ہاگرو بھی کر رہے ہیں مگر انہیں اس کو کیس کی فائیل نہیں مل رہی ہے۔ تو میں نے کہا کہ کوئی بات نہیں میں کوشش کروں گا۔ غلام نبی بٹ نے یہ بھی بتایا کہ اس کیس میں مظفر بیگ بھی پیروی کر رہے ہیں۔ مگر میرا خیال ہے کہ اگر دلچسپی کے ساتھ اس کیس کا مطالعہ ۱۹۷۶ء سے ہی کیا جاتا تو صورت حال دوسری ہوتی۔

سوال :۔ کیا قانونی طور پر آپ کو یقین تھا کہ ہم نے جو رٹ پٹیشن دائر کی تھی اس میں یہ نکتہ بھی لکھا گیا تھا کہ اس کیس میں CERTIFICATE ORIGINAL DEATH CENTENCE نہیں ہے۔

جواب :۔ ہم جب سپریم کورٹ میں پیش ہوئے' اس وقت لندن میں مہاترے کا اغوا ہوچکا تھا۔ اس کیس میں تین بڑے وکیل رمیش پاٹھک' کپل سبل اور مظفر بیگ پیش ہوئے اور انہوں نے سپریم کورٹ میں یہی نکتہ اٹھایا کہ اس کیس میں CERTIFICATE ORIGINAL DEATH CENTENCE ہیں تو اس وقت کے سپریم کورٹ کے جج وائی بی چندر چور نے فائیل دیکھے بغیر غصے میں کہا I WILL NOT BELIEVE. THE GOVT. TELS LIE ANDTHEY WIL MAKE A FABRICATED DOCUMENT. I WILL NEVER........... اور انہوں نے فائیل غصے میں پھینک دی۔

سوال :۔ اگر مہاترے کو اغوا نہ کیا گیا ہوتا تو کیا آپ کو یقین تھا کہ چیف جسٹس یہ کیس ٹھنڈے دل اور دماغ سے سنتے اور ایسا طریقہ اختیار نہ کرتے۔؟

جواب :۔ اس سے پہلے کے اخباروں میں یہ خبر آئی تھی کہ ہندوستان کی کیبنٹ اجلاس میں یہ فیصلہ ہوا ہے کہ جنھوں نے مہاترے کا اغوا کیا وہ ہندوستان پر دباؤ ڈالنا چاہتے ہیں جو ہم کبھی بھی برداشت نہیں کریں گے۔ تو یقین ہوتا ہے کہ چیف جسٹس نے پر پالیٹیکل دباؤ آگیا تھا کہ بٹ صاحب کی پھانسی کی سزا کو منظور کریں۔ اسی وجہ سے چیف جسٹس نے بغیر فائیل دیکھے اور بغیر کچھ سنے ایک منٹ میں فیصلہ صادر کیا جو سپریم کورٹ میں کبھی نہیں ہوتا کیوں کہ سپریم کورٹ میں اس نوعیت کے کیس پر کم از کم دو تین دن کی بحث کے بعد فیصلہ دیا جاتا ہے جس کی ایک مثال اندرا گاندھی قتل کیس کی صورت میں موجود ہے جس کے ملزموں کو کافی وقت پیروی کرنے کے لئے دیا گیا تھا جبکہ مقبول بٹ کے کیس کا فیصلہ صرف ایک منٹ میں کیا گیا۔

سوال : کیا وجہ ہے کہ مقبول بٹ کے کیس پر ایک منٹ میں ہی فیصلہ دیا گیا؟

جواب : اس کی سب سے بڑی وجہ مہاترے کا اغوا ہے۔ اگر مہاترے کو اغوا نہ کیا گیا ہوتا تو صورت حال دوسری ہوتی۔ چیف جسٹس پر کوئی پولیٹکل دباو نہ آیا ہوتا۔ ہمیں یقین تھا کہ بٹ صاحب پھانسی کی سزا سے بچ سکتے ہیں۔

سوال : کہیں آپ جذبات میں آکر تو نہیں کہتے کہ بٹ صاحب پھانسی کی سزا سے بچ سکتے تھے یا قانونی طور پر بھی بٹ صاحب بچ جاتے۔

جواب : میں ایک وکیل ہونے کے ناطے یہ کہتا ہوں کہ جس کسی کو پھانسی کی سزا سنائی گئی ہو مگر اس کیس کی فائیل میں ORIGINAL DEATH CENTENCE CERTIFICATE موجود نہ ہو تو ملزم کو پھانسی نہیں دی جاسکتی اس کیس کو سپریم کورٹ نے اسی بناء پر ہائی کورٹ کو واپس بھیجا تھا۔ ہمیں یقین تھا کہ ہائی کورٹ میں وہ بری ہوجائیں گے۔

سوال : میں ایک بار پھر آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو بحیثیت وکیل کے یہ یقین تھا کہ اگر مہاترے کیس نہ ہوتا تو بٹ صاحب کو پھانسی نہیں دی جاتی۔

جواب : بحیثیت وکیل میں دعویٰ کے ساتھ کہتا ہوں کہ جس نکتے کو ہم نے رٹ پٹیشن میں درج کیا تھا کہ کیس میں ORIGINAL DEATH CENTENCE CERTIFICATE نہیں ہے۔ اگر پھانسی کے کیس کی فائیل میں ایسا کوئی سارٹیفیکٹ موجود نہ ہو تو مقبول بٹ کو دنیا کی کوئی عدالت پھانسی نہیں دے سکتی' جیسا کہ ہم نے پہلے ہی معلوم کیا تھا کہ اس کیس کی فائیل میں یہ سرٹیفیکیٹ نہیں ہے۔وجہ صرف یہی ہے کہ مہاترے کو اغواء کرنے کے بعد حکومت ہند نے سیاسی دباؤ کے تحت جسٹس موصوف کو مقبول بٹ کی پھانسی کی سزا برقرار رکھنے کی ہدایت دی۔ اس وقت کشمیر کا بچہ بچہ شعوری طور پر بالغ ہے اور وہ بھی کہتے ہیں کہ اگر مہاترے کو اغواء نہ کیا جاتا اور اس کے بعد قتل نہ کیا جاتا تو مقبول بٹ کو پھانسی نہیں دی جاتی کہ اس لئے ۱۹۷۶ سے ۱۹۸۴ء تک یعنی ۸ سالوں میں مقبول بٹ کو پھانسی نہیں دی گئی تو ظاہر ہے کہ اس وقت گہری سازش کے تحت پھانسی دی گئی۔

سوال : آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں کہ یہ پولیٹکل دباؤ کیوں ہوا؟

جواب : مجھے لگتا ہے کہ ہندوستان نے سوچا کہ مہاترے کو اغوا کر کے یہ لوگ ہمیں ہمیشہ بلیک میل کرتے رہیں گے اس لئے یہی مناسب ہے کہ پہلی ہی بار ہم یہ کھیل ختم کردیں۔

سوال : کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے بھی مہاترے کو اغوا کرایا اور پھر قتل کرادیا چاہے وہ ہاشم قریشی ہو' امان

اللہ خان ہو یا کوئی اور ہو' وہی مقبول بٹ کا قاتل ہے۔؟

جواب : ہاں میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ جس نے بھی مہاترے کا اغوا کرا کے قتل کروایا وہی مقبول بٹ کا قاتل ہے۔ مجھے شہید مقبول بٹ سے ملنے کا موقع ملا' اور میں نے جب ان سے کیس کے بارے میں کہا تو مقبول صاحب نے کہا کہ میں یہ رٹ پٹیشن دائر کرنے کا خواہاں ہوں۔ مجھے خدشہ ہو رہا ہے کہ میں کہیں اپنے ہی آدمیوں کی سازش کا شکار نہ بن جاؤں کیوں کہ میں آٹھ سال سے بند ہوں۔ گورنمنٹ میرے کیس کے بارے میں سنجیدہ نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میرے خلاف دوسرا کیس بھی چل رہا ہے۔ ہندوستان مجھے تب تک پھانسی نہیں دے سکتا جب تک کہ اس دوسرے کیس کا فیصلہ بھی نہ ہو۔

سوال : کیا ہندوستانی آئین کے مطابق ایسا ہے کہ اگر کسی آدمی کے خلاف دوسرا قتل کیس چل رہا ہو تو پہلے قتل کیس میں اس کی پھانسی کی سزا CONFIRM نہیں ہوگی۔

جواب : قانونی طور پر کسی آدمی کو تب تک پہلے قتل کیس میں سنائے گئے فیصلے پر عمل نہیں ہوگا جب تک اس کے خلاف اگر دوسرا قتل کیس چل رہا ہو' کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہندوستان کی سپریم کورٹ نے مقبول بٹ کے خلاف پہلے والے کیس کے (Deth Warrant) پر دستخط کیسے کئے جبکہ مقبول بٹ کے خلاف دوسرا کیس ابھی چل رہا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مہاترے کے اغوا اور قتل کی وجہ سے مقبول بٹ کو پھانسی دی گئی۔

Luton
5/4/83

برادرم ڈاکٹر صاحب و ہاشم قریشی

السلام علیکم - امید ہے آپ لوگ خیریت سے ہونگے -

1. عابد حسین کے کاغذ بھیجے تھے پہلے ملے یا نہیں مطلع کریں -

2. مسٹر سنگھ کا میرا خط شائع کیا ہے پرچہ بھیج رہا ہوں

11. ہم نے مسٹر [illegible] کے حوالے [illegible] own نہیں کیا کہ اس کے [illegible] پر برا اثر پڑتا -

12. اگر رفیق صاحب [illegible] کے وسط میں اپنے پروگرام کے مطابق آ جاتے یا 11 مارچ کے [illegible] تو ہم نے جو دوسرے پروگرام بنائے تھے ان پر عمل کرتے - وہ [illegible] (مسٹر [illegible] 150 پونڈ صرف [illegible]) [illegible] لطف [illegible] پروگرام بنائے تھے [illegible] آ گئے جس کی وجہ سے [illegible] پروگرام منسوخ [illegible] طرف پوری توجہ [illegible] یہ وقت اور [illegible] کے کام سے [illegible] اہم نتائج [illegible] ثابت ہو سکتا تھا - [illegible]

1. [illegible] ناکام ہوا - [illegible] کہ اچھا ہی ہوا - [illegible] CIA نے [illegible] کو ناکام بنانے کی کوشش کی - اگر [illegible] ہمارے پروگرام کے مطابق ہوتا تو ممکن ہے CIA کی ان کوششوں کے ساتھ [illegible] جس کے نتیجے میں ہمیں [illegible] کہ ہم [illegible] نہ کر سکتے - [illegible] میں [illegible] الزام ہے کہ یہ بھارت نے پاکستان کے [illegible] کے لئے [illegible] اگر [illegible] ہمیں [illegible] کو ناکام بنانے کے لئے CIA کی کوششوں سے [illegible] تو ہم الزام کے [illegible] کے نہ رہتے - ہم [illegible] بین الاقوامی سطح پر [illegible] ہمارے [illegible] استعمال کرتے - [illegible] یہ پہلو بھی [illegible] - شاید [illegible]

[illegible]

آپ لوگوں کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ [illegible] 9 جنوری کو ہونے والے مرکزی مجلس عاملہ [illegible] میں تحریک آزادی میں جدوجہد کے [illegible] عنصر (مسلح جدوجہد) کو [illegible] کرنے کے لئے جو اقدامات [illegible] [illegible] - ہمارے [illegible] کا مقصد تھا - اب [illegible] کہ آپ لوگ بھی ان معاملات کو بالکل محدود رکھیں - [illegible] (جو [illegible] لبریشن فرنٹ [illegible] نہیں تھا) KLA یعنی کشمیر لبریشن آرمی [illegible] NLF کے طرز پر [illegible] - [illegible] ہم [illegible] سے حلف اٹھانے کے لئے [illegible] - آپ [illegible] کرنا چاہئے [illegible] پہنچا ہے - [illegible] کو آپ [illegible] اور دوسروں کو بھی [illegible] کی [illegible] ہے آپ دونوں [illegible] - یہ معاملہ لبریشن فرنٹ [illegible] ہے اور لبریشن فرنٹ کے فنڈز [illegible] استعمال نہیں ہوتے کیونکہ فرنٹ کے فنڈز [illegible] ہوتے ہیں اور ہم [illegible] مسائل پر [illegible] پیش نہیں کر سکتے [illegible]

ان میں KECKIES کے عنوان سے جو رقم نکالی گئی تھی وہ اس وقت ہمیں مل گئی تھی کہ تنظیم میں رہنما دکھاوا
بات ظاہر نہیں کی گئی اور اب مستقبل میں تو ہے (دیکھیں مرے نام چار اشتہارات) - ویسے بھی عسکری شعبے کو ہمیشہ
بالکل الگ تھلگ رکھا جانا ضروری ہے - جیسا کہ جی ذکے عبد الغفار جب NLF کے ممبر نہیں تھے اسی طرح کمرشل فرنٹ
کے بہت سے سینئر عہدہ دار اس کے ممبر نہیں تھے ان کی تفصیل آگے لکھی ہے - البتہ فرق یہ ہے کہ NLF کا ذکر لندن
کی سپریم کورٹ کے فیصلے کے نتیجے میں عام کیا گیا ہے جبکہ KLA کا ذکر [illegible] کا
ذکر ہے - لبریشن فرنٹ کے وہ عہدہ دار جو KLA کے ممبر نہیں اس کا نام لینا یا ممبرشپ کے بارے میں واقف نہیں ہے یہی طریقہ
دوسروں کو بھی ہونا چاہیئے - یہی KLA کے صحیح طریقہ کار - سٹرکچر وغیرہ بنا کے بھیجوں گا - آپ لوگ ملاحظہ
کریں - اس میں تین اہم شعبے یعنی آپریشنل - فنانشل اور کوآرڈینیشن کے اہم شعبے ہونگے - آپریشن والے اور بیرون ملک
فنڈ کے علاوہ سب کو جو پیسہ ملے گا شعور سے ملے گا وہ نہ صرف mercenaries تصور ہونگے جیسا کہ یعقوب جیلانی نے بھی
ریمارک دیا ہے - اس وقت تک میں نا گزیر مجبوریوں کی وجہ سے اس سٹرکچر پر سختی سے عمل نہیں کروا سکا لیکن آگے آگے
یہ بات اور بھی سختی سے برقرار رکھنا ہوگا - سب سے جن مقاصد کا شکار رہے ان کی وجوہات میں سے ایک اہم وجہ یہ بھی تھی
انہوں نے NLF کے ابتدائی اہم فیصلوں (یعنی ایڈوائزری کونسل کی ممبرشپ کے سلسلے میں انتہائی احتیاط اور سختی) پر پوری طرح
عمل نہیں کیا (1966 کے دوران) جس کے نتیجے میں بار بار عام شخص بھی ممبر بن گیا جو ستمبر کو بھارتی فوجوں کی رہنمائی کر رہا تھا -
اور جنہوں نے اس تنظیم کی لٹیا ڈبونے کا حساب بعد میں لیا روپوش تھے - موجودہ سیاسی صورت حال کے پیش نظر انتہائی
احتیاط اور صبر سے کام لینا ہے - اگر کوئی ایسے آدمی ملے جو لبریشن فرنٹ کا ممبر نہیں لیکن اس میں آنا چاہتا ہے
تو کوشش کریں وہ پہلے فرنٹ کا ممبر بنے اس کے بعد یہ KLA میں لگتا ہے ورنہ بعد میں دشواریاں پیدا ہو سکتی
اور اس پر تنظیم کا پورا کنٹرول نہیں رہتا - اس سلسلے میں چند واضح مثالیں موجود ہیں - ہاشم قریشی کا معاملہ اور
وہ رسمی طور پر ممبر نہیں تھا لیکن ہمارا ممبر تھا - KLA والوں کو سیاسی فیلڈ میں جارحانہ انداز اختیار نہیں کرنا ہوگا -
ایک بار پھر تاکید ہے کہ KLA کے سلسلے میں پوری طرح محتاط رہیں - میں اس کوشش میں ہوں کہ KLA کے کچھ آدمی یہاں
تربیت لیں - یہاں میری سفارت آسٹریلیا اور یورپ کے دوسرے ملکوں میں اور وہ بھی عارضی طور پر مستقل رہائش حاصل
کر سکتے ہیں - البتہ اس سلسلے میں ابھی وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن کوشش کر رہا ہوں -
پچھلی جولائی آپ نے KLA کا ممبر اور اہم شعبے کا ذمہ دار بنایا گیا تھا -
میں عسکری ونگ کو NLF کا نام رکھنا چاہتا تھا لیکن اس میں کئی قسم کی عملی دشواریاں تھیں - اس لئے KLA رکھا -
پھر کراچی کے جی ایم تحریز سلطان (دستخط)
میں [illegible] اچھا جا رہا ہے - ہوسکتا ہے کہ (سرکاری نامہ نگار کے مطابق) کہ گنگا کا اغوا بھارت نے کرایا تھا تو
پاکستان نے یہ ہاشم اور اشرف کا ذاتی فعل تھا - اگر وہ ہاشم اشرف کی بجائے NLF کہتے تو اور بھی اچھا ہوتا
نتیجہ نکلتا کیس کے سلسلے میں بھٹو کے خطاب کا ذکر اور ہاشم اور اشرف کی وابستگی کا ذکر جو آپ نے کیا تھا -
اچھا جی اب اجازت دیجئے - میرے سونے کا وقت ہو گیا - اس وقت رات کے تین بج کر دو منٹ ہوئے ہیں
یعنی دن کے ساڑھے بج کر دو منٹ صبح کے - جب میں آپ کو صبح سات بجے فون کروں گا اس وقت یہاں رات کے تین بج رہے ہوں
اور اس وقت تک ہم [redacted] یہ ہوں گے ہم جانے سے پہلے فون کرتا ہوں -
والسلام
آپکا
مقبول بٹ (دستخط)

ایڈیٹر کے نام خطوط کے کالم کے تحت چھپا

زندان سے جموں و کشمیر لبریشن فرنٹ کے نام کھلا خط

(بشکریہ ہفت روزہ کشمیر راولپنڈی مظفر آباد ۱۲ نومبر ۱۹۹۰ء)

تقریباً ۱۳ سال قبل راقم نے جموں و کشمیر لبریشن فرنٹ کی سینٹرل کمیٹی کے نام اپنے مکتوب میں امان اللہ خان کو غدار قرار دیا تھا کیوں کہ ایک طرف انہوں نے ہمارے خلاف مخبری جیسے جرم کا ارتکاب کیا تھا اور دوسری طرف ہماری رہنمائی کے علاوہ ہمارے دفاع کے نام پر لوگوں سے اپنی ذاتی ضروریات کے لئے چندہ اکٹھا کیا تھا۔ لبریشن فرنٹ برطانیہ زون نے فیصلہ کیا تھا کہ امان اللہ خان صدر اور سکریٹری کے ہمراہ جیل میں میرے ساتھ ملاقات کے دوران میرے الزامات کا جواب دیں گے اور اگر وہ مجرم ثابت ہوئے تو ان کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی' مگر کہتے ہیں کہ چور کی داڑھی میں تنکا۔

امان اللہ نے جماعت کے رہنماؤں کے ہمراہ مجھ سے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا وہ اکیلے ملاقات کرنے پر بضد تھے موصوف کی ضد کے باعث فرنٹ کے صدر افضل جاتلوی سابق صدر چودھری مجید اور برمنگھم برانچ کے صدر یونس چودھری نے مجھ سے ملاقات کی اور مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں ایک بار امان اللہ خان کو اکیلا ملاقات کرنے دوں اور ہماری ملاقات نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی تو پھر میرے الزامات کے سلسلے میں سینٹرل کمیٹی کا خصوصی اجلاس طلب کیا جائے گا۔ میں نے انہیں کہا تھا کہ اس سے اصل مقصد حل نہیں ہوگا کیوں کہ میں ان کے سامنے امان اللہ خان کی مخبری کا پردہ چاک کرنا چاہتا تھا۔ دوسرا میں جیل میں تھا اور وہ باہر جاکر غلط بیانی بھی کرسکتے تھے۔ بہرحال اس سے قبل کہ ہم کوئی فیصلہ کرپاتے امان اللہ خان غیر متوقع طور پر اپنے ایک دوست کے ہمراہ مجھ سے جیل میں ملنے کے لئے آگئے اور مری اس خواہش کے باوجود کہ وہ کم از کم میرے دوسرے ساتھی ملک ریاض کے والد کو ساتھ لائیں' کو بھی نظرانداز کیا تھا' یہ ملاقات ۳ جون ۱۹۸۵ء کو فرینک جیل میں ہوئی۔

جب میں نے امان اللہ خان کو مخبر قرار دیا تو انہیں اس پر قطعی تعجب نہ ہوا وہ صرف یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ آیا ان کی مخبری سے متعلق مجھے کس حد تک حقائق کا علم ہے اور آیا میرے پاس کس قسم کے ثبوت موجود ہیں اور یہ کہاں اور کیسے ملے۔ میں نے امان اللہ خان کو بتایا کہ وہ کشمیری کی طرح میرے نزدیک قابل احترام تھے اور چونکہ وہ میرے دوست تھے جس کی وجہ سے میں نے الزامات نہیں لگائے بلکہ تفصیل کے لئے کافی وقت صرف کیا تھا لہذا جب میں نے مخبری کا سوال دہرایا تو انتہائی افسردہ ہوگئے اور روٹھ کر چلے گئے اس کے بعد مجھ سے کبھی ملنے نہ آئے۔

لیکن جب جماعتی کارکنوں نے انہیں ہماری میٹنگ کے نتائج سے متعلق سوال کیا تو (جیسے میں نے قبل از وقت خدشہ ظاہر کیا تھا) انہوں نے کہا کہ یوں ہی کچھ معلولی غلط فہمیاں تھیں' وہ واضح ہوگئی ہیں میں نے کشمیر لبریشن فرنٹ برطانیہ زون کے سکریٹری کے نام اپنے خط میں متذکرہ بیان کی فوری تردید کی اور درخواست کی کہ اب وہ اپنے وعدے کے مطابق سینٹرل کمیٹی کا اجلاس طلب کرکے میرے الزامات کا فیصلہ کریں کہ چند ہفتے کے بعد اجلاس منعقد کیا گیا جس میں امان اللہ خان اور ان کے چند نادان ساتھیوں نے ہنگامہ کھڑا کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تین کمیٹی ممبران اور کچھ عرصے کے بعد ۱۵ عہدیداران اپنے عہدوں اور بنیادی رکنیت سے مستعفی ہوگئے بلکہ باقی ماندہ نے مجھے یقین دلایا کہ میرا کیس کسی مناسب وقت پر دوبارہ اٹھایا جائے گا اور جب ایسا نہ ہوا تو کسی جذباتی شخص نے امان اللہ کو کہہ دیا کہ اب موت ان کا مقدر بن چکی ہے۔ امان اللہ خان اس قدر خائف

ہوگئے کہ انہوں نے اپنے گھر میں کیمیکلز کے چند ڈبے رکھ کر پولیس کو فون کرا دیا کہ خان صاحب بہت بڑا دھماکہ کرنے والے ہیں' جب پولیس نے ان کے گھر پر چھاپہ مارا تو خان جی باقاعدہ انتظار میں بیٹھے تھے۔ ایسا انہوں نے دو وجہ سے کیا' ایک یہ کہ برطانوی جیل دراصل اب ان کے لئے محفوظ جگہ نہ تھی دوسرے میرے الزامات کے اثر کو زائل کرنا تھا۔ سماعت کے دوران جب جیوری کو استغاثہ نے بتایا کہ امان اللہ کے گھر سے برآمد ہونے والے کیمکلز کسی بھی میڈیکل سٹور سے خریدے جاسکتے ہیں تو جیوری نے خان جی کو رہا کر دیا۔

البتہ برطانوی حکومت نے امان اللہ خان کو ناپسندیدہ شخص قرار دے کر ملک بدر کر دیا۔ لیکن امان اللہ خان نے چلا چلا کر کہا کہ اصل وجہ یہ تھی کہ امان اللہ (جو پستول میں گولی ڈالنا بھی نہیں جانتے) راجیو گاندھی کو برطانیہ کے دورے کے دوران قتل کر دے گا۔ کراچی پہنچنے کے بعد خان جی نے مجھے لکھا کہ اب وہ محفوظ ہیں لہٰذا اب انہیں میری دوستی یا دشمنی کی کوئی پرواہ نہیں۔ یہ ہیں اس شخص کے کلمات جو بابائے قوم بننے کے خواب دیکھ رہا ہے۔؟

عرصہ ایک سال سے کشمیری بچے بوڑھے جوان اور عورتیں بھارت کے خلاف برسرپیکار ہیں جہاں خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں' ماؤں بیٹیوں کی عصمتیں لوٹی جارہی ہیں اور دلہنوں کو راستے میں بھارتی افواج اغوا کرکے کھیتوں میں لے جاکر ان کا سہاگ لوٹتے ہیں۔ امان اللہ وعدے اور دعوے کے باوجود وہاں کا رخ کرنے کے بجائے اقوام متحدہ جا دھمکتے ہیں اور وہاں پریس کانفرنس میں دعویٰ کرتے ہیں کہ یونیورسٹی کے چانسلر اور..... کے قتل کے پیچھے ان کا ہاتھ ہے۔ کیا یہ دعویٰ اسلام آباد میں نہیں کیا جاسکتا تھا لیکن امان اللہ خان کو معلوم تھا کہ اسلام آباد ان کے خلاف کوئی وارنٹ گرفتاری جاری نہیں کرے گا۔ ایسا امریکہ میں ہوسکتا تھا۔ کچھ لوگوں نے سوچا کہ کیا امان اللہ پاگل تو نہیں ہوگیا' لیکن انہیں یہ معلوم نہیں کہ امان اللہ ایک کلاسیکل مخبر ہے جسے پورا یقین ہے کہ وہ گرفتار نہیں ہوگا۔ اس لئے اس نے ہمارے کیس کے دوران مجھے جیل میں ملاقات کے دوران کہا تھا : "یار آپ نے تو اپنے کسی بھی بیان میں میرا نام تک نہیں لیا ہے' بھارت کہے گا کہ امان اللہ تو یوں ہی ہے" مجھے بھی چونکہ خان جی کے ساتھ اس طرح کا واسطہ پہلے نہیں پڑا تھا اس لئے میں بھی ان کا منہ تکتا رہ گیا تھا۔ اب انہوں نے اپنی زندگی کا سب سے بڑا دھماکہ کرکے کشمیر کی عبوری حکومت کا اعلان کر دیا ہے اس اعلان کے ایک دن بعد انہیں جماعت نے کشمیری قوم کے خلاف سازش جیسے سنگین الزام سے خارج کر دیا۔ بہت سے لوگوں کو اس بے وقت فیصلے پر حیرت ہوئی۔ گلہ مجھے ہرگز نہیں اس لئے کہ خان کی شخصیت کو جس قدر میں جانتا ہوں' شاید ہی کوئی جانتا ہوگا۔ اس لئے نہیں کہ میں ایک ماہر نفسیات ہوں یا میرے پاس کوئی بیرومیٹر ہے بلکہ اس لئے کہ امان اللہ کی مخبری کے باعث عمر قید کی سزا بھگت رہا ہوں جس کا صرف آغاز یاد ہے اختتام کا کوئی اندازہ نہیں۔

جموں و کشمیر لبریشن فرنٹ امان اللہ کے پیدا کردہ نقصان کی تلافی کے لئے کیا کرے گا۔ اس کا حل اسے فوری ڈھونڈنا ہوگا کیوں کہ ہمارے چیخنے اور چلانے کے باوجود انہوں نے اپنے سابق سیاسی باب اور موجودہ مجرم کو کھلی چھٹی دے رکھی تھی' اس لئے امان کی طرح امان کے ساتھی بھی اس نقصان کے ذمہ دار ہیں۔ راقم بحیثیت قیدی کشمیر کے لئے صرف دعا کرسکتا ہے۔

عبدالقیوم راجہ
(فرینکونٹ جیل' انگلینڈ' برطانیہ)

زندان سے ہاشم صاحب کے نام خط

ڈیئر ہاشم صاحب!

السلام علیکم ——————————

آپ کا ۱۳ مارچ کا ترسیل کردہ نوازش نامہ صادر ہوا۔ آپ اور آپ کے بچوں کی خیریت جان کر دلی مسرت ہوئی۔ جس کی زندگی میں عمومی تبدیلیوں کا احساس بہت کم ہوتا ہے کیونکہ یہاں ہر صبح و شام میں یکسانیت پائی جاتی ہے اس طرح جب باہر کی کسی چیز سے واسطہ پڑے تو یوں تبدیلی محسوس ہوتی ہے جیسے اندھیرے اور اجالے میں۔ آپ کے بچے (جنید) کا فوٹو دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ اب کتنا بڑا ہوگیا ہے۔ ماشاء اللہ صحت مند و چالاک نظر آتا ہے یعنی آپ سے بھی زیادہ۔

بھابی صاحبہ کا کیا حال ہے۔ چند ماہ قبل مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی تھی کہ وہ اب آپ کے ساتھ ہیں اس طرح آپ سبھوں کے دن اچھے گزریں گے۔ آپ جنید کو ابھی سے کسی اچھی تعلیمی لائن میں ڈالنے کی کوشش شروع کردیں جب وہ لکھنے کے قابل ہوگا تب ہمارے (چچا' بھتیجا) درمیان ڈائیلاگ کا آغاز ہوگا۔ ہالینڈ سے بھائی نذیر صاحب کے بچے خاص کر چھوٹے اپنے خطوں میں کشمیر کے علاوہ اور بھی دلچسپ کہانیاں تحریر کرتے رہتے ہیں اور یہ ایسا ہے جیسے کہ حوصلہ صدیاں اور ذوق ایک جگہ یکجا ہوجائیں۔

ہاں سنو اور کان کھول کر سنو! بھابی جان کو تنگ نہ کرنا' وہ بڑی اچھی شخصیت کی مالک اور وفادار بیوی ہیں اور آپ کے بارے میں تو وہ خود ہی بہتر جانتی ہوں گی۔ ہالینڈ میں میں نے بھی چند دن گزارے ہیں اور خوب گزرے' سوچتا ہوں تم کہیں وہیں کے نہ ہوکر رہ جاؤ۔ معاف کرنا بھائی میں آپ کی حب الوطنی کو نہیں للکار رہا بلکہ ایسا از راہ تلقین کہہ رہا ہوں' ارے بھائی کیا کریں' جیل کی زندگی کا آپ کو اندازہ تو ہے۔ یہاں ہر چہرہ ناخوشگواری کا مجسمہ اور ہر ذہن وسوسوں سے بھرا ہوا ہے اس لئے زندگی میں حد سے زیادہ شیتائی ہے لہٰذا جب بھی آپ جیسے بے تکلف دوست کو مخاطب کرنے کا موقع نصیب ہوجائے تو میری ظریفانہ رگ پھڑک اٹھتی ہے' خیر ہار ہم بھی نہیں مانتے!

آپ کے ساتھ تصویر میں ایک تو غالباً خان اشرف صاحب ہیں دوسرے صاحب کون ہیں کم از کم نام ہی لکھ دیتے' تعلیم سے متعلق مجھے مشورہ دینے کا بہت بہت شکریہ' میں اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لارہا ہوں البتہ معیاری کورس کے لئے زیادہ تر اخراجات کا انتظام خود ہی کرنا پڑتا ہے۔ آپ کی دعا سے گذشتہ ماہ میں نے سیاسیات اور دستوری قانون (آمین) کا کورس مکمل کرلیا ہے' اب اسی ہفتے جرنل ازم کے لئے ۳۹' پونڈ فیس ادا کی ہے جس میں ۵۰ پونڈ جیل والوں نے ادا کئے ہیں۔ یہاں کی زندگی کا تاثر کچھ اور ہے اور عمل کچھ۔ یہاں کی جیلیں یورپ کے دوسرے ملکوں کی جیلوں سے بہت پیچھے ہیں۔ یہ ملک وکٹوریا نظام پر ابھی تک کاربند ہے۔ یہ خط میں آپ کو مخصوص ذرائع سے بھجوا رہا ہوں اس لئے آپ مجھے جواب انگلش میں ہی دیں۔

اب میں سیاسی امور کی طرف آتا ہوں۔ ریاض اور حمید بٹ کی جلد رہا ہوجانے والی خبر سن کر بہت خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ انہیں جلد اپنے خاندان سے ملاقات نصیب کرے۔ اس کے ساتھ آپ کے لئے ایک دکھ کی بات بھی ہے وہ یہ کہ میں نے جماعت سے مستعفی ہونے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ میں اپنا استعفیٰ تیار کر رہا ہوں مگر سوچا کہ کسی دوست سے بھی مشورہ کرلوں تاکہ کوئی شکوہ نہ کرے کہ ہمیں نظرانداز کیا گیا۔ مشورے کے لئے میں نے آپ کا انتخاب اس لئے کیا کہ آپ نے کاز کے لئے بہت قربانیاں دی ہیں گو ہم سزا کے بعد' جو آپ کی سزا سے دوگنی ہوگی' اپنے خاندان سے بشرط زندگی ملاقات کرسکیں گے مگر آپ کشمیر آزاد ہونے تک اس نعمت سے محروم رہیں گے۔ امان اللہ ایسی باتوں کی پروا نہیں کرتے (اسی لئے ایک ایک کرکے سب انہیں چھوڑ چکے ہیں اور اب پہلے کی طرح اکیلے جھک ماریاں مارتے ہیں) مگر میں امان اللہ نہیں ہوں۔ بنیادی طور پر دیکھا جائے تو یہ

سب کچھ آپ کی قربانیوں کا ثمر ہے۔ استعفیٰ کی وجوہات آپ جانتے ہیں اس میں تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں البتہ مختصرا ایک بار پھر کہہ دوں کہ میں ایسی جماعت کا رکن نہیں رہ سکتا جس کا خود ساختہ سربراہ مخبر اور غدار ہو! صرف میں نہیں بلکہ اس کی تمام تر جدوجہد اپنے آپ کو پروجیکٹ کرنے اور کاز کو پیچھے کی طرف دھکیلنا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میرے الزامات سے چھٹکارا پانے کے لئے اس نے اپنی گرفتاری کا ڈھونگ رچایا تھا تاکہ لوگوں کی توجہ پیدا شدہ طوفان سے موڑ کر اس کی گرفتاری کی طرف ہوجائے۔ امان اللہ خان نے پبلسٹی کی خاطر برطانیہ بدر ہونے کے پیچھے بھارت کا ہاتھ ہونے کا واویلا کیا مگر اب وہ یہ وقتی مقصد حاصل کرنے کے بعد اپنے خطوں میں الزامات لگاتا ہے کہ اس کی گرفتاری کے پیچھے میرا ہاتھ تھا۔ بھائی اب تم ہی بتاؤ اس شخص کا کوئی دین و ایمان ہے، نہ جانے انسانوں کی کس نسل سے ہیں۔

امان اللہ خان نے چونکہ میرے خلاف پولیس مخبری کا گھناؤنا کردار ادا کیا اس لئے اس کا الزام میرے لئے اچنبھے کی بات نہیں مگر جماعت میرے ساتھ انصاف کا وعدہ بھول گئی ہے بلکہ آزمودہ کار اور افضل طائر صاحب جیسے قیمتی ساتھیوں کو جماعت سے برطرف کیا جارہا ہے تاکہ موقع پرستوں کے تمام تر راستے صاف ہوجائیں۔

بٹ صاحب کو شہید ہوئے ۶ سال کی طویل مدت گزر گئی۔ ہم نے امان اللہ خان کو اپنے جرم کی تلافی کا بہترین اور لمبا عرصہ دیا، مگر وہ اس پر ناکام رہے بلکہ پاکستان کی سالمیت کے گیت گاتے ہیں۔ اب ان کے سفارتی محاذ پاکستان میں قائم ہیں اور میں نے بہت صبر کیا مگر اب اس منافق سے اپنی علیحدگی ناگزیر ہوچکی ہے۔ میرا ضمیر اس مخبر کو تسلیم نہیں کرسکتا۔

امان اللہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہاشم کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا ہے اس لئے آپ اسے نہایت دوستانہ اور مصالحانہ خطوط لکھتے ہیں۔ جس کا البتہ مجھے یقین نہیں۔ بہرحال جو کچھ بھی ہے میں آپ کے جواب کا شدت سے انتظار کروں گا۔

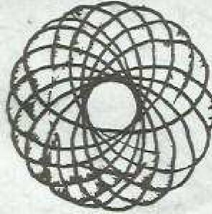
دیگر تمام ساتھیوں و ہموطنوں کو سلام

آپ کا بھائی

راجہ عبدالقیوم

حال: فرینکونٹ جیل انگلینڈ، برطانیہ

۱۰ر مارچ ۱۹۸۸ء



پھر دیکھنا خیال کی ندرت ہنر کا رنگ
کچھ دستِ دوستاں سے نئے زخم کھا ابھی



شہیدِ ملت مقبول بٹ